بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ المومن (40)

آیت نمبر (1 تا 6)

ترجمہ

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾	تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ	مِنَ اللّٰہِ	الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۙ﴿۲﴾
-	اِس کتاب کا اتارا جانا	اللہ (کی طرف) سے ہے	جو بالا دست ہے جو جاننے والا ہے

غَافِرِ الذَّنۡۢبِ	وَ قَابِلِ التَّوۡبِ	شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ	ذِی الطَّوۡلِ ؕ
جو گناہ کو بخشنے والا ہے	اور جو توبہ کو قبول کرنے والا ہے	جو سزا دینے کا سخت ہے	جو جود و کرم والا ہے

لَاۤ اِلٰہَ	اِلَّا ہُوَ ؕ	اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۳﴾	مَا یُجَادِلُ	فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ	اِلَّا الَّذِیۡنَ
کوئی الہٰ نہیں ہے	مگر وہ	اس کی طرف ہی لوٹنا ہے	کٹ حجتی نہیں کرتے	اللہ کی آیات میں	سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے

کَفَرُوۡا	فَلَا یَغۡرُرۡکَ	تَقَلُّبُہُمۡ	فِی الۡبِلَادِ ﴿۴﴾	کَذَّبَتۡ قَبۡلَہُمۡ
ناشکری کی	پس چاہیے کہ دھوکہ نہ دے آپ کو	ان لوگوں کا گھومنا پھرنا	شہروں میں	جھٹلایا ان سے پہلے

قَوۡمُ نُوۡحٍ	وَّ الۡاَحۡزَابُ	مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ ۪	وَ ہَمَّتۡ	کُلُّ اُمَّۃٍۭ
نوحؑ کی قوم نے	اور مضبوط جتھوں نے	ان کے بعد سے	اور ارادہ کیا	ہر ایک امت نے

بِرَسُوۡلِہِمۡ	لِیَاۡخُذُوۡہُ	وَ جٰدَلُوۡا	بِالۡبَاطِلِ
اپنے رسول کے بارے میں	کہ وہ پکڑیں اس (رسول) کو	اور کٹ حجتی کریں	باطل کے ذریعہ

لِیُدۡحِضُوۡا بِہِ	الۡحَقَّ	فَاَخَذۡتُہُمۡ ۟	فَکَیۡفَ کَانَ	عِقَابِ ﴿۵﴾	وَ کَذٰلِکَ
تا کہ وہ رد کریں اس سے	حق کو	تو میں نے پکڑا ان لوگوں کو	تو کیسا تھا	میرا سزا دینا	اور اس طرح

حَقَّتۡ	کَلِمَتُ رَبِّکَ	عَلَی الَّذِیۡنَ	کَفَرُوۡۤا	اَنَّہُمۡ	اَصۡحٰبُ النَّارِ ؕ﴿۶﴾
ثابت ہوا	آپؐ کے رب کا فرمان	ان لوگوں پر جنہوں نے	ناشکری کی	کہ یہ لوگ	آگ والے ہیں

نوٹ: 1

یہاں سے (یعنی سورۃ المؤمن) سے سورۃ احقاف تک سات سورتیں حٰمٓ سے شروع ہوتی ہیں۔ ان کو حوامیم کہتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حوامیم دیباج القرآن ہیں۔ دیباج ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں، مراد اس سے زینت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک مغز اور خلاصہ ہوتا ہے قرآن کا خلاصہ حوامیم ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شروع دن میں آیۃ الکرسی اور سورہ مومن کی پہلی تین آیتیں پڑھ لے وہ اس دن ہر برائی اور تکلیف سے محفوظ رہے گا۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ:2

کٹ حجی کا مطلب ہے الٹے سیدھے اعتراضات جڑنا۔ سیاق وسباق سے الگ کر کے کوئی ایک لفظ یا فقرہ لے اڑنا اور طرح طرح کے نکتے پیدا کر کے شبہات والزامات کی عمارتیں کھڑی کرنا۔ کلام کے اصل مدعا کو نظر انداز کر کے اس کو غلط معنی پہنانا تاکہ آدمی نہ خود بات کو سمجھے نہ دوسروں کو سمجھنے دے۔ یہ طرز اختلاف صرف وہی لوگ اختیار کرتے ہیں جن کا اختلاف بدنیتی پر مبنی ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (7 تا 9)

ترجمہ

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ	الْعَرْشَ	وَمَنْ	حَوْلَهٗ	يُسَبِّحُوْنَ
وہ جو اٹھاتے ہیں	عرش کو	اور وہ (بھی) جو	اس (عرش) کے اردگرد ہیں	وہ سب تسبیح کرتے ہیں

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ	وَيُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ	وَيَسْتَغْفِرُوْنَ	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
اپنے رب کی حمد کے ساتھ	اور ایمان رکھتے ہیں	اس (رب) پر	اور مغفرت مانگتے ہیں	ان کے لیے جو	ایمان لائے

رَبَّنَا	وَسِعْتَ	كُلَّ شَيْءٍ	رَّحْمَةً	وَّعِلْمًا	فَاغْفِرْ
(اور دعا کرتے ہیں کہ) اے ہمارے رب	تو وسیع ہوا	ہر چیز پر	بلحاظ رحمت کے	اور بلحاظ علم کے	پس تو بخش دے

لِلَّذِيْنَ	تَابُوْا	وَاتَّبَعُوْا	سَبِيْلَكَ	وَقِهِمْ	عَذَابَ الْجَحِيْمِ ⑦
ان کو جنہوں نے	توبہ کی	اور پیروی کی	تیرے راستے کی	اور تو بچا ان کو	دوزخ کے عذاب سے

رَبَّنَا	وَاَدْخِلْهُمْ	جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ	وَعَدْتَّهُمْ	وَمَنْ
اے ہمارے رب	اور تو داخل کر ان کو	عدن کے ان باغات میں جن کا	تو نے وعدہ کیا ان سے	اور اس کو (بھی داخل کر) جو

صَلَحَ	مِنْ اٰبَآئِهِمْ	وَاَزْوَاجِهِمْ	وَذُرِّيّٰتِهِمْ	اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ
نیک ہوا	ان کے آباء اجداد میں سے	اور ان کی بیویوں میں سے	اور ان کی اولادوں میں سے	بیشک تو ہی بالادست ہے

الْحَكِيْمُ ⑧	وَقِهِمُ	السَّيِّاٰتِ	وَمَنْ	تَقِ	السَّيِّاٰتِ
حکمت والا ہے	اور تو بچا ان کو	برائیوں سے	اور جس کو	تو بچائے گا	برائیوں (کے انجام) سے

يَوْمَئِذٍ	فَقَدْ رَحِمْتَهٗ	وَذٰلِكَ	هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨
اُس دن	تو تو نے رحم کیا ہے اس پر	اور یہ	ہی شاندار کامیابی ہے

نوٹ:1

حاملانِ عرش فرشتے اب چار ہیں اور قیامت کے روز آٹھ ہو جائیں گے اور عرش کے گرد کتنے فرشتے ہیں ان کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔ ان کو کرّوبی کہا جاتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے ہیں۔ (معارف القرآن)۔ یہ جو فرمایا گیا کہ یہ ملائکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان لانے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان کا رشتہ ہی وہ اصل رشتہ ہے جس کی وجہ سے عرش

سے عرش کے قریب رہنے والے فرشتوں کو زمین پر بسنے والے ان خاکی انسانوں سے دلچسپی پیدا ہوئی جو انہی کی طرح اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)۔ فرشتے دعا اور سفارش تو برابر کرتے رہتے ہیں لیکن ان کی دعا اور سفارش ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی بدعقیدگی اور بدعملی سے توبہ کر کے اللہ کے راستے کے پیرو بن جائیں۔ نہ کہ ان لوگوں کے لیے جو اس کے رسول ﷺ اور اس کے دین کی مخالفت کریں۔ (تدبر القرآن)۔

آیت نمبر (10 تا 12)

اَكْبَرُ	لَمَقْتُ اللّٰهِ	يُنَادَوْنَ	اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
زیادہ بڑا ہے	یقیناً اللہ کا بیزار ہونا	ان کو پکارا جائے گا (اور کہا جائے گا)	بیشک جن لوگوں نے کفر کیا

فَتَكْفُرُوْنَ ⑩	اِلَى الْاِيْمَانِ	تُدْعَوْنَ	اِذْ	اَنْفُسَكُمْ	مِنْ مَّقْتِكُمْ
تو تم لوگ انکار کرتے تھے	ایمان لانے کی طرف	تم لوگوں کو بلایا جاتا تھا	(یہ اس لیے کہ) جب	اپنی جانوں سے	تمہارے بیزار ہونے سے

اثْنَتَيْنِ	وَاَحْيَيْتَنَا	اثْنَتَيْنِ	اَمَتَّنَا	رَبَّنَآ	قَالُوْا
دو (زندگیاں)	اور تو نے زندگی دی ہم کو	دو (موتیں)	تو نے موت دی ہم کو	اے ہمارے رب	وہ لوگ کہیں گے

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ	مِّنْ سَبِيْلٍ ⑪	فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ	بِذُنُوْبِنَا	فَاعْتَرَفْنَا
یہ بسبب اس حقیقت کے کہ	کوئی بھی راستہ ہے	تو کیا نکلنے کی طرف	اپنے گناہوں کا	پس ہم نے اعتراف کیا

وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ	كَفَرْتُمْ ج	وَحْدَهٗ	دُعِيَ اللّٰهُ	اِذَا
اور اگر شریک کیا جاتا تھا اس کے ساتھ	تو تم لوگوں نے انکار کیا	بلحاظ اس کے واحد ہونے کے	پکارا گیا اللہ کو	جب کبھی

الْكَبِيْرِ ⑫	الْعَلِيِّ	لِلّٰهِ	فَالْحُكْمُ	تُؤْمِنُوْا ط
جو بڑا ہے	جو بلند ہے	اللہ ہی کے لیے ہے	تو (اب) حکم دینا	تو تم لوگ ایمان لاتے

نوٹ:1 دو بار موت سے ایک تو وہ حالتِ موت مراد ہے جو اس دنیا میں وجود پذیر ہونے سے پہلے انسان پر طاری ہوتی ہے اور دوسری وہ موت ہے جس سے ہر زندہ کو لازماً دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح زندگی ایک تو وہ ہے جو اس دنیا میں حاصل ہوتی ہے اور دوسری وہ جو قیامت میں حاصل ہوگی۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (13 تا 20)

ء ز ف

(س) اَزِفَ: قریب ہونا۔ ﴿اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝﴾ (53/النجم:57) "قریب ہوئی قریب ہونے والی"۔

اٰزِفَةٌ: قریب ہونے والی۔ مراد ہے قیامت زیر مطالعہ آیت۔18۔

ل	د	ی

x x فعل استعمال نہیں ہوتا۔

لَدٰی لَدُنْ کی طرح یہ بھی ظرف ہے اور دونوں قریب المعنی ہیں اردو میں عام طور پر دونوں کا ترجمہ ''پاس'' کر دیتے ہیں جیسے لَدُنَّا (ہمارے پاس)۔لَدَیْنَا (ہمارے پاس)۔لیکن لَدُنْ میں کسی چیز کا کسی کے قبضہ یا تصرف میں ہونے کا مفہوم ہوتا ہے۔جبکہ لَدٰی میں کسی چیز کا کسی کے قریب یا نزدیک ہونے کا مفہوم ہوتا ہے۔آیت زیر مطالعہ۔18۔

ترکیب

(آیت۔15)فَعِیْلٌ کے وزن پر آنے والی اکثر صفات میں اسم الفاعل کا مفہوم ہوتا ہے جبکہ کچھ صفات میں اسم المفعول کا مفہوم ہوتا ہے جیسے رَجِیْمٌ وغیرہ۔کبھی یہ الفاظ اسم الفاعل یا اسم المفعول کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور کبھی مجرد صفت کے مفہوم میں۔عام طور پر عبارت کے سیاق وسباق سے اس کی تمیز کر لی جاتی ہے لیکن یہاں رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ کے دونوں طرح ترجمے ممکن ہیں اور کئے بھی گئے ہیں۔رَفِیْعُ کو اگر اسم الفاعل مانیں تو ترجمہ ہوگا درجات کا بلند کرنے والا اور اگر رَفِیْعُ مجرد صفت مانیں تو ترجمہ ہوگا درجات کا بلند یعنی بلند درجات والا۔دونوں ترجمے درست ہیں۔یہاں پر اَلرُّوْحَ حضرت جبریلؑ کے لیے نہیں بلکہ وحی کے لیے آیا ہے۔(دیکھیں آیت 2/87،مادہ ''روح'')۔اَلتَّلَاقِ دراصل لَقِيَ سے باب تفاعل کا مصدر تَلَاقِیٌ ہے۔اس پر لام تعریف داخل ہوا تو قاف کی تنوین ختم ہوگئی۔(آیت۔16)لَا یَخْفٰی کا فاعل شَیْءٌ ہے۔سادہ جملہ اس طرح ہوتا۔لَا یَخْفٰی شَیْءٌ مِّنْھُمْ عَلَی اللّٰہِ (آیت۔18)۔اَلْقُلُوْبُ مبتدا ہے اور لَدَی الْحَنَاجِرِ اس کی خبر ہے جبکہ کٰظِمِیْنَ حال ہونے کی وجہ سے حالت نصب میں ہے۔لیکن یہ قلوب کا حال نہیں ہے ورنہ کٰظِمَۃً آتا۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ اصحاب القلوب کا حال ہے۔آیت۔20)۔یَدْعُوْنَ کا فاعل اس میں شامل ھُمْ کی ضمیر ہے اور اَلَّذِیْنَ اس کا مفعول مقدم ہے۔

ترجمہ

ھُوَ	الَّذِیْ	یُرِیْکُمْ	اٰیٰتِہٖ	وَیُنَزِّلُ لَکُمْ	مِّنَ السَّمَآءِ
وہ	وہ ہے جو	دکھاتا ہے تم لوگوں کو	اپنی نشانیاں	اور وہ بتدریج اتارتا رہتا ہے تمہارے لیے	آسمان سے

رِزْقًا	وَمَا یَتَذَکَّرُ	اِلَّا مَنْ	یُّنِیْبُ ⑬	فَادْعُوا اللّٰہَ
کچھ رزق	اور نصیحت حاصل نہیں کرتا	مگر وہ جو	متوجہ ہوتا ہے	پس تم لوگ پکارو اللہ کو

مُخْلِصِیْنَ	لَہُ الدِّیْنَ	وَلَوْ کَرِہَ	الْکٰفِرُوْنَ ⑭	رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ
ملاوٹ سے پاک کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کے لیے نظام حیات کو	اور اگرچہ کراہیت کریں	کافر لوگ	(وہ) درجات کا بلند کرنے والا ہے

ذُو الْعَرْشِ ج	یُلْقِی	الرُّوْحَ	مِنْ اَمْرِہٖ	عَلٰی مَنْ	یَّشَآءُ
جو عرش والا ہے	وہ ڈالتا (یعنی اتارتا ہے)	(دین وایمان کی) روح کو	اپنے حکم سے	اس پر جس پر	وہ چاہتا ہے

مِنْ عِبَادِہٖ	لِیُنْذِرَ	یَوْمَ التَّلَاقِ ⑮ لا	یَوْمَ ھُمْ	بٰرِزُوْنَ ۚ	لَا یَخْفٰی
اپنے بندوں میں سے	تاکہ وہ خبردار کرے (لوگوں کو)	ملاقات کرنے کے دن سے	جس دن سب لوگ	بے نقاب ہونے والے ہیں	پوشیدہ نہیں ہوگی

عَلَى اللّٰهِ	مِنْهُمْ	شَيْءٌ ؕ	لِمَنِ	الْمُلْكُ	الْيَوْمَ ؕ	لِلّٰهِ
اللہ پر	ان لوگوں میں سے	کوئی چیز	کس کے لیے ہے	بادشاہت	اس دن	اللہ کے لیے ہے

الْوَاحِدِ	الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾	اَلْيَوْمَ تُجْزٰى	كُلُّ نَفْسٍ	بِمَا كَسَبَتْ ؕ
جو واحد ہے	جو زبردست ہے	اس دن بدلہ دیا جائے گا	ہر جان کو	وہ جو اس نے کمائی کی

لَا ظُلْمَ	الْيَوْمَ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾	وَاَنْذِرْهُمْ
کسی طرح سے کوئی بھی ظلم نہیں ہوگا	اس دن	یقیناً اللہ	حساب لینے کا تیز ہے	اور آپ خبردار کر دیں ان لوگوں کو

يَوْمَ الْاٰزِفَةِ	اِذِ الْقُلُوْبُ	لَدَى الْحَنَاجِرِ	كٰظِمِيْنَ ۬ؕ
قریب ہونے والی (قیامت) کے دن سے	جب دل	گلوں کے قریب ہوں گے	غم و غصہ پینے والے ہوتے ہوئے

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ حَمِيْمٍ	وَّلَا شَفِيْعٍ
نہیں ہوگا ظلم کرنے والوں کے لیے	کوئی بھی ایسا گرمجوش دوست	اور نہ کوئی بھی ایسا سفارش کرنے والا

يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ؕ	يَعْلَمُ	خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ	وَمَا	تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾
جس کی تابعداری کی جاتی ہو	وہ جانتا ہے	آنکھوں کی خیانت کرنے والی (چوری) کو	اور اس کو جو	چھپاتے ہیں سینے

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ	بِالْحَقِّ ؕ	وَالَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ
اور اللہ فیصلہ کرے گا	حق کے ساتھ	اور جن لوگوں کو	یہ لوگ پکارتے ہیں	اس کے علاوہ

لَا يَقْضُوْنَ	بِشَيْءٍ ؕ	اِنَّ اللّٰهَ	هُوَ السَّمِيْعُ	الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ع
وہ لوگ فیصلہ نہیں کرتے	کسی چیز کا	بیشک اللہ	ہی سننے والا ہے	دیکھنے والا ہے

نوٹ:1

آیت۔15۔ میں الروح سے مراد وحی ہے۔ وحی کو روح سے تعبیر کرنے کی وجہ واضح ہے کہ جس طرح روح سے جسم کو زندگی حاصل ہوتی ہے اسی طرح وحی سے انسان کی عقل اور اس کے دل کو زندگی، حرارت اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت مسیحؑ نے اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے کہ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خداوند کی طرف سے آتا ہے۔ اس وحی کی کیفیت و ماہیت ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ اس کو وہی سمجھتا ہے جو اس کو نازل کرتا ہے یا پھر وہ سمجھتا ہے جس کو اس کا تجربہ ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کلام میں یہ بات لانے سے مقصود اس حقیقت کا اظہار ہے کہ خدا کی بارگاہ تک کسی جن و بشر کی رسائی نہیں ہے کہ وہ اس کے غیب سے واقف ہو سکے۔ اس کی مرضیات جاننے کا واحد ذریعہ صرف وہ وحی ہے جو وہ اپنے بندوں میں سے اس پر نازل فرماتا ہے جس کو وہ کارِ خاص (یعنی نبوت و رسالت) کے لیے انتخاب فرماتا ہے۔ اس لیے مشرکین نے اپنے زعم کے مطابق غیب کے جاننے کے جو ذرائع ایجاد کر رکھے ہیں وہ بالکل لایعنی ہیں۔ اللہ کی پسند و ناپسند جاننے کا ذریعہ بس وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر نازل فرماتا ہے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (21 تا 27)

ترجمہ

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا	فِی الْاَرْضِ	فَيَنْظُرُوْا	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ
اور کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں	زمین میں	نتیجتاً وہ دیکھتے	کیسا تھا	ان لوگوں کا انجام جو

كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ	كَانُوْا هُمْ	اَشَدَّ مِنْهُمْ	قُوَّةً
تھے ان سے پہلے	وہ لوگ تھے	ان لوگوں سے زیادہ شدید	بلحاظ قوت کے

وَّاٰثَارًا	فِی الْاَرْضِ	فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ	بِذُنُوْبِهِمْ ؕ	وَمَا كَانَ لَهُمْ
اور بلحاظ نشانات (چھوڑنے) کے	زمین میں	پھر پکڑا ان کو اللہ نے	بسبب ان کے گناہوں کے	اور نہیں ہے ان کے لئے

مِّنَ اللّٰهِ	مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾	ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ	كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ	رُسُلُهُمْ
اللہ سے (ان کو)	کوئی بھی بچانے والا	یہ اس لئے کہ	آتے تھے ان کے پاس	ان کے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ	فَكَفَرُوْا	فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ	اِنَّهٗ قَوِيٌّ	شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾
واضح (نشانیوں) کے ساتھ	تو انہوں نے انکار کیا	پھر پکڑا ان کو اللہ نے	بیشک وہ قوی ہے	سزا دینے کا سخت ہے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا	مُوْسٰى	بِاٰيٰتِنَا	وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۲۳﴾
اور بیشک ہم بھیج چکے	موسیٰؑ کو	اپنی نشانیوں کے ساتھ	اور واضح دلیل کے ساتھ

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ	فَقَالُوْا	سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾	فَلَمَّا جَآءَهُمْ
فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف	تو ان لوگوں نے کہا	جادوگر ہے پکا جھوٹا ہے	تو جب وہ (موسیٰؑ) آئے ان کے پاس

بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا	قَالُوا	اقْتُلُوْٓا	اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا مَعَهٗ
ہمارے پاس سے حق کے ساتھ	تو انہوں نے کہا	تم لوگ قتل کرو	ان کے بیٹوں کو جو	ایمان لائے انؑ کے ساتھ

وَاسْتَحْيُوْا	نِسَآءَهُمْ ؕ	وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ	اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾
اور زندہ رکھو	ان کی عورتوں کو	اور نہیں ہے کافروں کی چالبازی	مگر بھٹکنے میں

وَقَالَ فِرْعَوْنُ	ذَرُوْنِيْٓ	اَقْتُلْ مُوْسٰى	وَلْيَدْعُ	رَبَّهٗ ۚ	اِنِّيْٓ اَخَافُ
اور کہا فرعون نے	تم لوگ چھوڑ دو مجھ کو	تو میں قتل کروں موسیٰؑ کو	اور چاہیے کہ وہ پکارلے	اپنے رب کو	بیشک میں ڈرتا ہوں

اَنْ يُّبَدِّلَ	دِيْنَكُمْ	اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ	فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾	وَقَالَ مُوْسٰٓى
کہ وہ تبدیل کردے	تمہارے نظام حیات کو	یا یہ کہ وہ ظاہر کرے	زمین میں نظم کی خرابی کو	اور کہا موسیٰؑ نے

اِنِّيْ عُذْتُ	بِرَبِّيْ	وَرَبِّكُمْ	مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ	لَّا يُؤْمِنُ	بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ ع
کہ میں نے پناہ لی	اپنے رب کی	اور تمہارے رب کی	ہر ایسے تکبر کرنے والے سے جو	ایمان نہیں رکھتا	حساب کے دن پر

نوٹ:1 اُثَارًا فِي الْاَرْضِ سے مراد تمدنی تعمیراتی ترقیوں کے اثار ہیں (جنہیں آثار قدیمہ کہا جاتا ہے)۔ دنیا میں انہی آثار کو ہمیشہ قوموں کی عظمت و شوکت کی دلیل سمجھا گیا ہے۔ لیکن قرآن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اگر قوم ایمان سے عاری ہو تو یہ آثار اس کے زوال کی نشانی ہیں اور بالآخر یہی ان کی قومی وجود کے لئے مقبروں کی صورت میں تبدیل ہو کر رہتے ہیں۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر ۴۰/۲۸ تا ۳۵

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ	مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ	يَكْتُمُ	اِيْمَانَهٗٓ
اور کہا ایک ایسے مومن مرد نے جو	آل فرعون میں سے تھا	وہ چھپاتا تھا	اپنے ایمان کو

اَتَقْتُلُوْنَ	رَجُلًا	اَنْ يَّقُوْلَ	رَبِّيَ	اللّٰهُ	وَ	قَدْ جَآءَكُمْ
کیا تم لوگ قتل کرو گے	ایک شخص کو	کہ وہ کہتا ہے	میرا رب	اللہ ہے	حالانکہ	وہ آیا ہے تمہارے پاس

بِالْبَيِّنٰتِ	مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ	وَاِنْ يَّكُ	كَاذِبًا	فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ
روشن (نشانیوں) کے ساتھ	تمہارے رب (کی طرف) سے	اور اگر وہ ہوگا	جھوٹا	تو اس پر ہی ہے اس کا جھوٹ

وَاِنْ يَّكُ	صَادِقًا	يُّصِبْكُمْ	بَعْضُ الَّذِيْ	يَعِدُكُمْ ۭ	اِنَّ اللّٰهَ
اور اگر وہ ہوگا	سچا	تو آلگے گا تم کو	اس کا کچھ جو	وہ وعدہ کرتا ہے تم سے	بیشک اللہ

لَا يَهْدِيْ	مَنْ هُوَ	مُسْرِفٌ كَذَّابٌ (٢٨)	يٰقَوْمِ	لَكُمُ	الْمُلْكُ
رہنمائی نہیں کرتا	اس کی جو ہے	حد سے بڑھنے والا پکا جھوٹا	اے میری قوم	تمہاری ہی ہے	بادشاہت

الْيَوْمَ	ظٰهِرِيْنَ	فِي الْاَرْضِ ۡ	فَمَنْ يَّنْصُرُنَا	مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ
آج کے دن	غالب ہونے والے ہوتے ہوئے	زمین میں	تو کون مدد کرے گا ہماری	اللہ کی سختی سے

اِنْ جَاۗءَنَا ۭ	قَالَ فِرْعَوْنُ	مَآ اُرِيْكُمْ	اِلَّا مَآ	اَرٰى
اگر وہ آئی ہمارے پاس	فرعون نے کہا	میں نہیں سمجھاتا کہ تم لوگوں کو	سوائے اس کے جو	میں سمجھتا ہوں

وَمَآ اَهْدِيْكُمْ	اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ (٢٩)	وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ
اور میں رہنمائی نہیں کرتا تمہاری	مگر بھلائی کے راستے کی	اور کہا اس نے جو ایمان لایا

يٰقَوْمِ	اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ	مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ (٣٠)	مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ
اے میری قوم	کہ میں ڈرتا ہوں تم پر	مضبوط جتھوں کے دن کی مانند سے	نوح ؑ کی قوم کی حالت کی مانند

وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ	وَالَّذِيْنَ	مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ	وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ	ظُلْمًا
اور عاد اور ثمود کی	اور ان کی (حالت کی مانند) جو	ان کے بعد ہوئے	اور اللہ ارادہ نہیں کرتا	کسی ظلم کا

لِّلۡعِبَادِ ﴿۳۱﴾	وَيٰقَوۡمِ	اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ	يَوۡمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾	يَوۡمَ تُوَلُّوۡنَ
بندوں کے لیے	اور اے میری قوم	بیشک میں ڈرتا ہوں تم پر	چیخ پکار کے دن سے	جس دن تم لوگ بھاگ کھڑے ہوگے

مُدۡبِرِيۡنَ	مَا لَكُمۡ	مِّنَ اللّٰهِ	مِنۡ عَاصِمٍ	وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ
پیٹھ دینے والے ہوتے ہوئے	تمہارے لیے نہیں ہوگا	اللہ سے	کوئی بھی بچانے والا	اور جس کو بھٹکا دیتا ہے اللہ

فَمَا لَهٗ	مِنۡ هَادٍ ﴿۳۳﴾	وَلَقَدۡ جَآءَكُمۡ يُوۡسُفُ	مِنۡ قَبۡلُ
تو نہیں ہوتا اس کے لیے	کوئی بھی ہدایت دینے والا	اور بیشک آچکے ہیں تمہارے پاس یوسفؑ	اس سے پہلے

بِالۡبَيِّنٰتِ	فَمَا زِلۡتُمۡ	فِیۡ شَكٍّ	مِّمَّا	جَآءَكُمۡ بِهٖ	حَتّٰۤی اِذَا هَلَكَ
کھلی (نشانیوں) کے ساتھ	پھر تم لوگ ہمیشہ رہے	ایک شک میں	اس سے جو	وہ لائے تمہارے پاس	یہاں تک کہ جب وہ ہلاک ہوئے

قُلۡتُمۡ	لَنۡ يَّبۡعَثَ اللّٰهُ	مِنۡۢ بَعۡدِهٖ	رَسُوۡلًا	كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ
تو تم لوگوں نے کہا	ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ	ان کے بعد	کوئی رسول	اس طرح بھٹکاتا ہے اللہ

مَنۡ هُوَ	مُسۡرِفٌ مُّرۡتَابُ ﴿۳۴﴾	الَّذِيۡنَ يُجَادِلُوۡنَ	فِیۡۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ
اس کو جو ہے	حد سے بڑھنے والا شبہ میں پڑھنے والا	جو لوگ کٹ حجتی کرتے ہیں	اللہ کی آیتوں میں

بِغَيۡرِ سُلۡطٰنٍ	اَتٰٮهُمۡ	كَبُرَ	مَقۡتًا	عِنۡدَ اللّٰهِ	وَعِنۡدَ الَّذِيۡنَ
کسی ایسی دلیل کے بغیر	جو پہنچی ان کو	(یہ بات) بڑی ہے	بلحاظ بیزاری کے	اللہ کے نزدیک	اور ان کے نزدیک جو

اٰمَنُوۡا	كَذٰلِكَ يَطۡبَعُ اللّٰهُ	عَلٰى كُلِّ قَلۡبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾
ایمان لائے	اس طرح ٹھپہ لگا دیتا ہے اللہ	کسی بھی شبہ کرنے والے تکبر کرنے والے کے دل کے کل پر

نوٹ:1

یہاں سے (آیت۔28 تا46) ایک بندۂ مومن کی بات شروع ہورہی ہے جو تھے تو شاہی خاندان سے لیکن حق پسند اور خدا ترس آدمی تھے۔ مدین سے واپسی کے بعد حضرت موسیٰؑ نے جب نبوت کا اعلان کیا تو یہ ان کی دعوت پر ایمان لائے لیکن اپنے ایمان کو انہوں نے ایک عرصہ تک پوشیدہ رکھا۔ انہوں نے غالباً یہ محسوس کیا کہ اس دور میں ایمان کو پوشیدہ رکھ کر حضرت موسیٰؑ اور ان کی دعوت کی جو خدمت وہ کر سکتے ہیں وہ خدمت اعلانیہ نہیں کر سکتے۔ (تدبر قرآن)۔ یہاں یہ بات نگاہ میں رہنی چاہیے کہ گفتگو کے آغاز میں انہوں نے کھل کر یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے ہیں بلکہ ابتداء وہ اسی طرح کلام کرتے رہے کہ وہ بھی فرعون ہی کے گروہ کے ایک آدمی ہیں اور محض اپنی قوم کی بھلائی کے لیے بات کر رہے ہیں مگر جب فرعون اور اس کے درباری کسی طرح راہ راست پر آتے نظر نہ آئے تو آخر میں انہوں نے اپنے ایمان کا راز فاش کر دیا جیسا کہ پانچویں رکوع میں ان کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (36 تا 46)

ف	و	ض

x	x	ثلاثی مجرد سے فعل نہیں استعمال ہوتا۔
(تفعیل)	تَفْوِيْضًا	کوئی معاملہ کسی کے سپرد کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔44۔

ترجمہ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ	يٰهَامٰنُ	ابْنِ لِيْ	صَرْحًا	لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ
اور فرعون نے کہا	اے ہامان	تو تعمیر کر میرے لیے	ایک بلند عمارت	شاید میں پہنچوں

الْاَسْبَابَ ۝٣٦	اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ	فَاَطَّلِعَ	اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى	وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ
اس سیڑھی تک	جو آسمانوں کی سیڑھی ہے	نتیجتہً میں جھانکوں	موسیٰؑ کے الٰہ کی طرف	اور بیشک میں یقیناً خیال کرتا ہوں اس کو

كَاذِبًا ۭ	وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ	لِفِرْعَوْنَ	سُوْۗءُ عَمَلِهٖ	وَصُدَّ	عَنِ السَّبِيْلِ ۭ
جھوٹا	اور اس طرح خوشنما کیا گیا	فرعون کے لیے	اس کے عمل کی برائی کو	اور وہ روک دیا گیا	راستے سے

وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ	اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝٣٧	وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ	يٰقَوْمِ	اتَّبِعُوْنِ
اور نہیں تھی فرعون کی چالبازی	مگر ہلاکت میں	اور کہا اس نے جو ایمان لایا	اے میری قوم	تم لوگ پیروی کرو میری

اَهْدِكُمْ	سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝٣٨	يٰقَوْمِ	اِنَّمَا	هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ
تو میں رہنمائی کروں گا تمہاری	بھلائی کے راستے کی	اے میری قوم	کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	یہ دنیوی زندگی ایک سامان ہے (برتنے کا)

وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ	هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝٣٩	مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً	فَلَا يُجْزٰٓى
اور یقیناً آخرت	ہی ٹھہرنے کا گھر ہے	جس نے عمل کیا برائی کا	تو اس کو بدلہ نہیں دیا جائے گا

اِلَّا مِثْلَهَا ۚ	وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا	مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى	وَهُوَ
مگر اس کے جیسا	اور جس نے عمل کیا نیکی کا	مرد یا عورت میں سے	اس حال میں کہ وہ

مُؤْمِنٌ	فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ	الْجَنَّةَ	يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا	بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝٤٠
مومن ہو	تو یہ لوگ داخل ہوں گے	جنت میں	ان کو رزق دیا جائے گا اس میں	کسی حساب کے بغیر

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ	اَدْعُوْكُمْ	اِلَى النَّجٰوةِ	وَتَدْعُوْنَنِيْٓ	اِلَى النَّارِ ۝٤١ ۭ
اور اے میری قوم مجھے کیا!	میں تو بلاتا ہوں تم کو	نجات کی طرف	اس حال میں کہ تم لوگ بلاتے ہو مجھ کو	آگ کی طرف

تَدْعُوْنَنِيْ	لِاَكْفُرَ	بِاللّٰهِ	وَاُشْرِكَ بِهٖ	مَا	لَيْسَ لِيْ
تم لوگ بلاتے ہو مجھ کو	کہ میں ناشکری کروں	اللہ کی	اور شریک کروں اس کے ساتھ	اس کو	نہیں ہے میرے لیے

بِهٖ	عِلْمٌ ز	وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ	اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝٤٢	لَا جَرَمَ
جس کے بارے میں	کوئی علم	حالانکہ میں بلاتا ہوں تم کو	بالا دست بہت بخشنے والے کی طرف	کوئی شک نہیں

اَنَّمَا	تَدْعُوْنَنِيْٓ	اِلَيْهِ	لَيْسَ لَهٗ	دَعْوَةٌ	فِي الدُّنْيَا	وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ
کہ وہ	تم لوگ بلاتے ہو مجھ کو	جس کی طرف	نہیں ہے اس کے لیے	کوئی دعوت	دنیا میں	اور نہ آخرت میں

وَاَنَّ مَرَدَّنَآ	اِلَى اللّٰهِ	وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ	هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝٤٣	فَسَتَذْكُرُوْنَ
اور یہ کہ ہماری لوٹانے کی جگہ	اللہ کی طرف ہے	اور یہ کہ حد سے بڑھنے والے	ہی آگ والے ہیں	تو تم لوگ یاد کرو گے

مَآ اَقُوْلُ	لَكُمْ ط	وَاُفَوِّضُ	اَمْرِيْٓ	اِلَى اللّٰهِ ط	اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ
اس کو جو میں کہتا ہوں	تم سے	اور میں سپرد کرتا ہوں	اپنا معاملہ	اللہ کی طرف	بیشک اللہ دیکھنے والا ہے

بِالْعِبَادِ ۝٤٤	فَوَقٰىهُ اللّٰهُ	سَيِّاٰتِ مَا	مَكَرُوْا	وَحَاقَ	بِاٰلِ فِرْعَوْنَ
بندوں کو	تو بچایا اس کو اللہ نے	اس کی برائیوں سے جو	انہوں نے خفیہ تدبیر کی	اور گھیرے میں لیا	فرعون کے پیروکاروں کو

سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝٤٥ ج	اَلنَّارُ	يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا	غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ج
عذاب کی برائی نے	جو آگ ہے	وہ لوگ پیش کیے جاتے ہیں اس پر	صبح و شام

وَيَوْمَ	تَقُوْمُ السَّاعَةُ قف	اَدْخِلُوْٓا	اٰلَ فِرْعَوْنَ	اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝٤٦
اور جس دن	قائم ہوگی وہ گھڑی (قیامت)	(کہا جائے گا) داخل کرو	فرعونیوں کو	عذاب کے زیادہ شدید میں

نوٹ:1

آیت۔46۔ اُس عذاب برزخ کا صریح ثبوت ہے جس کا ذکر بکثرت احادیث میں عذاب قبر کے عنوان سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ صاف الفاظ میں یہاں عذاب کے دو مرحلوں کا ذکر فرما رہا ہے۔ ایک کم تر درجے کا عذاب جو قیامت آنے سے پہلے آلِ فرعون کو دیا جا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ انہیں صبح و شام دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جسے دیکھ کر وہ ہر وقت ہول کھاتے رہتے ہیں۔ پھر جب قیامت آجائے گی تو انہیں اسی دوزخ میں جھونک دیا جائے گا اور یہ معاملہ صرف فرعونیوں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ تمام مجرموں کو موت کی ساعت سے لے کر قیامت تک وہ انجام بد نظر آتا رہتا ہے جو ان کا انتظار کر رہا ہے اور تمام نیک لوگوں کو وہ نیک انجام دکھایا جاتا ہے جو اللہ نے ان کے لیے مہیا کر رکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی مرتا ہے اُسے صبح و شام اس کی آخری قیام گاہ دکھائی جاتی رہتی ہے، خواہ وہ جنتی ہو یا دوزخی۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں تو اس وقت جائے گا جب اللہ تجھے قیامت کے روز دوبارہ اٹھا کر اپنے حضور بلائے گا۔ (تفہیم القرآن)۔

96/63

آیت نمبر (47 تا 55)

ترجمہ

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ	فِي النَّارِ	فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا	لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا
اور جب وہ لوگ آپس میں تکرار کریں گے	آگ میں	تو کہیں گے کمزور لوگ	ان لوگوں سے جو بڑے بنے

اِنَّا كُنَّا	لَكُمْ تَبَعًا	فَهَلْ اَنْتُمْ	مُّغْنُوْنَ عَنَّا	نَصِيْبًا	مِّنَ النَّارِ ﴿٤٧﴾
کہ ہم (تو) تھے	تمہارے تابع	تو کیا تم لوگ	بے نیاز کرنے والے ہو ہم کو	کسی حصے سے	آگ میں سے

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا	اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ	اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ	بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾
کہیں گے وہ لوگ جو بڑے بنے	کہ ہم سب کے سب اس میں ہیں	بیشک اللہ فیصلہ کر چکا ہے	بندوں کے درمیان

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ	لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ	ادْعُوْا رَبَّكُمْ	يُخَفِّفْ عَنَّا
اور کہیں گے وہ لوگ جو آگ میں ہوں گے	جہنم کے داروغوں سے	تم لوگ پکارو اپنے رب کو	وہ ہلکا کر دے ہم سے

يَوْمًا	مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾	قَالُوْٓا	اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ	رُسُلُكُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ ؕ
کسی دن	اس عذاب میں سے	وہ کہیں گے	کیا نہیں آیا کرتے تھے تمہارے پاس	تمہارے رسول	واضح (نشانیوں) کے ساتھ

قَالُوْا بَلٰى	ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ	وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ	اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ ع
وہ کہیں گے کیوں نہیں	(داروغے) کہیں گے پھر تم لوگ پکارو	اور نہیں ہوتی کافروں کی پکار	مگر بھٹکنے میں

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	وَيَوْمَ يَقُوْمُ	الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾ لا
بیشک ہم یقیناً مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی	اور ان کی جو ایمان لائے	اس دنیوی زندگی میں	اور جس دن کھڑے ہوں گے	گواہی دینے والے

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ	الظّٰلِمِيْنَ	مَعْذِرَتُهُمْ	وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ	وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾
جس دن نفع نہیں دے گا	ظالموں کو	ان کا معذرت پیش کرنا	اور ان کے لیے لعنت ہے	اور ان کے لیے اُس (آخری) گھر کی برائی ہے

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى	الْهُدٰى	وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾ لا
اور بیشک ہم دے چکے موسیٰؑ کو	وہ ہدایت نامہ	اور ہم نے وارث بنایا بنی اسرائیل کو	اس کتاب کا

هُدًى وَّذِكْرٰى	لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿٥٤﴾	فَاصْبِرْ	اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
ہدایت اور نصیحت ہوتے ہوئے	خالص عقل والوں کے لیے	پس آپ ﷺ ثابت قدم رہیں	بیشک اللہ کا وعدہ پکا ہے

وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ	وَسَبِّحْ	بِحَمْدِ رَبِّكَ	بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿٥٥﴾
اور آپ ﷺ مغفرت چاہیں اپنی (کمالِ صبر میں) کمی بیشی کی	اور آپ ﷺ تسبیح کریں	اپنے رب کی حمد کے ساتھ	شام کو اور صبح کو

نوٹ: 1

آیت۔ 51۔ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور مومنین کی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مدد کرے گا۔ ظاہر ہے کہ یہ مدد مخالفین اور دشمنوں سے مقابلہ کے لیے ہے۔ اکثر انبیاء علیہم السلام کے متعلق تو اس کا وقوع ظاہر ہے۔ مگر بعض انبیاء علیہم السلام جیسے یحییٰؑ اور زکریاؑ اور شعیبؑ وغیرہ کو قوم نے شہید کر دیا۔ بعض کو وطن چھوڑ کر دوسری جگہ ہجرت کرنا پڑی۔ ان کے متعلق شبہ ہو سکتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس آیت میں نصرت سے مراد انتصار یعنی دشمنوں سے انتقام لینا ہے، خواہ ان کی موجودگی میں ان ہی کے ہاتھوں سے ہو یا ان کی وفات کے بعد۔ یہ معنی تمام انبیاء و مومنین پر بلا کسی استثناء کے صادق ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے انبیاء کو قتل کیا، وہ لوگ کیسے کیسے عذابوں میں گرفتار کر کے رسوا کیے گئے، اس سے تاریخ لبریز ہے۔ (معارف القرآن)۔

اس نصرت کے معنی لازماً یہی نہیں ہیں کہ ہر زمانے میں اللہ کے ہر نبی اور اس کے پیروؤں کو سیاسی غلبہ ہی حاصل ہو۔ اس غلبہ کی بہت سی صورتیں ہیں جن میں سے ایک سیاسی غلبہ بھی ہے۔ جہاں اس نوعیت کا غلبہ اللہ کے نبیوں کو حاصل نہیں ہوا، وہاں بھی ان کا اخلاقی تفوق ثابت ہو کر رہا ہے۔ جن قوموں نے ان کی دی ہوئی ہدایت کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ آخر کار برباد ہو کر رہیں۔ جہالت اور گمراہی کے جو فلسفے بھی لوگوں نے گھڑے اور زندگی میں جو بھی غلط اطوار زبردستی رائج کیے گئے، وہ سب کچھ مدت تک زور دکھانے کے بعد آخر کار اپنی موت آپ مر گئے۔ مگر جن حقائق کو ہزار ہا برس سے اللہ کے نبی صداقت کی حیثیت سے پیش کرتے رہے ہیں وہ آج بھی اٹل ہیں۔ (تفہیم القرآن، ج ۴، ص: ۴۱۳)

نوٹ: 2

آیت۔ 55 میں جس سیاق و سباق میں لِذَنۡۢبِكَ کا لفظ آیا ہے، اس پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس مقام پر ذَنۡۢبٌ سے مراد صبر میں کمی کی وہ کیفیت ہے جو شدید مخالفت کے اس ماحول میں خاص طور سے اپنے ساتھیوں کی مظلومی دیکھ دیکھ کر، نبی ﷺ میں پیدا ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ کوئی معجزہ ایسا دکھا دیا جائے جس سے کفار قائل ہو جائیں اور مخالفت کا یہ طوفان ٹھنڈا ہو جائے۔ یہ خواہش بجائے خود کوئی گناہ نہ تھی جس پر کسی توبہ و استغفار کی حاجت ہوتی، لیکن جس مقام بلند پر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سرفراز فرمایا تھا اس کے لحاظ سے صبر میں یہ تھوڑی سی کمی بھی اللہ تعالیٰ کو آپ ﷺ کے مرتبہ سے فروتر نظر آئی، اس لیے ارشاد ہوا کہ اس کمزوری پر اپنے رب سے معافی مانگو اور چٹان کی طرح اپنے موقف پر ڈٹے رہو۔ (تفہیم القران)۔

یہاں ایک تدبیر بھی ارشاد ہوئی ہے اُس صبر و استقامت کے حصول کی جو اُس وعدے کے ظہور کے لیے لازمی شرط ہے جس کا ذکر آیت۔ 51۔ میں آیا ہے۔ تدبیر یہ ہے کہ اپنے رب سے استغفار اور اس کی حمد و تسبیح کرتے رہو۔ یہ بات اس کے محل میں واضح ہو چکی ہے کہ حصول استقامت کے لیے کامیابی کا وسیلہ استغفار اور نماز ہے۔ اور یہ بات بھی واضح ہو چکی ہے کہ اس طرح کے خطابات میں نبی ﷺ شخصاً مخاطب نہیں ہوتے بلکہ امت کے وکیل کی حیثیت سے مخاطب ہوتے ہیں۔ جو لوگ خطاب کی اس نوعیت اور اس کی بلاغت سے اچھی طرح آشنا نہیں ہوتے ان کو رسول اللہ ﷺ کی طرف ذَنۡۢبٌ کے لفظ کی نسبت سے وحشت ہوتی ہے۔ (تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (56 تا 60)

ترجمہ

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُجَادِلُوۡنَ	فِىۡۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ	بِغَيۡرِ سُلۡطٰنٍ	اَتٰٮهُمۡ ۙ
بیشک جو لوگ کٹ حجتی کرتے ہیں	اللہ کی نشانیوں میں	کسی ایسی دلیل کے بغیر جو	پہنچی ان کے پاس

اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ	اِلَّا كِبْرٌ	مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ	فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ
نہیں ہے ان کے سینوں میں	مگر ایک بڑائی	نہیں ہیں وہ اس کو پہنچنے والے	تو آپؐ پناہ مانگیں اللہ کی

اِنَّهٗ	هُوَ السَّمِيْعُ	الْبَصِيْرُ ۝56	لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	اَكْبَرُ
بیشک وہ	ہی سننے والا ہے	دیکھنے والا ہے	یقیناً زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنا	زیادہ بڑا ہے

مِنْ خَلْقِ النَّاسِ	وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ ۝57	وَمَا يَسْتَوِي
لوگوں کو پیدا کرنے سے	اور لیکن لوگوں کے اکثر	جانتے نہیں ہیں	اور برابر نہیں ہوتا

الْاَعْمٰى	وَالْبَصِيْرُ ڏ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
اندھا	اور بصارت والا	اور (نہ) وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کیے نیکیوں کے

وَلَا الْمُسِيْۗءُ ۭ	قَلِيْلًا مَّا	تَتَذَكَّرُوْنَ ۝58	اِنَّ السَّاعَةَ	لَاٰتِيَةٌ
اور نہ ہی بُرا کرنے والا	بہت ہی تھوڑی سی	تم لوگ نصیحت حاصل کرتے ہو	بیشک وہ گھڑی (قیامت)	یقیناً آنے والی ہے

لَّا رَيْبَ فِيْهَا	وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝59	وَقَالَ رَبُّكُمُ
کوئی بھی شک نہیں ہے اس میں	اور لیکن لوگوں کی اکثریت	ایمان نہیں لاتی	اور کہا تم لوگوں کے رب نے

ادْعُوْنِيْٓ	اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ	اِنَّ الَّذِيْنَ	يَسْتَكْبِرُوْنَ
تم لوگ پکارو مجھ کو	میں جواب دوں گا تم لوگوں کو	یقیناً جو لوگ	بڑے بنتے ہیں

عَنْ عِبَادَتِيْ	سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ	دٰخِرِيْنَ ۝60ۧ
میری عبادت سے	وہ لوگ داخل ہوں گے جہنم میں	حقیر ہونے والے ہوتے ہوئے

نوٹ:1

آیت۔57 میں امکان آخرت کی دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر انسان عقل سے کام لے تو اس کے لیے یہ سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ جس خدا نے یہ عظیم الشان کائنات بنائی ہے اس کے لیے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ اس سے آگے آیت۔58۔ میں وجوب آخرت کی دلیل ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ آخرت ہونی چاہیے۔ اس کا ہونا نہیں بلکہ نہ ہونا عقل اور انصاف کے خلاف ہے۔ کوئی معقول آدمی اس بات کو کیسے مان سکتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں اندھوں کی طرح جیتے ہیں اور اپنے بُرے اخلاق واعمال سے زمین کو فساد سے بھر دیتے ہیں وہ کوئی بُرا انجام نہ دیکھیں اور جو لوگ دنیا میں آنکھیں کھول کر چلتے ہیں اور ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں وہ کوئی اچھا نتیجہ دیکھنے سے محروم رہ جائیں۔ یہ بات اگر صریحاً عقل اور انصاف کے خلاف ہے تو پھر انکارِ آخرت کا عقیدہ بھی عقل اور انصاف کے خلاف ہی ہونا چاہیے۔

پھر آگے آیت۔59۔ میں وقوع آخرت کا قطعی حکم لگا دیا گیا۔ کیونکہ عقلی استدلال سے جو کچھ کہا جا سکتا ہے وہ بس اسی قدر ہے

کہ آخرت ہوسکتی ہے اوراس کو ہونا چاہیے۔اس سے آگے بڑھ کر یہ کہنا کہ آخرت یقیناً ہوگی اور ہوکر رہے گی ، یہ صرف اس ہستی کے کہنے کی بات ہے جسے معلوم ہے کہ آخرت ہوگی اور وہ ہستی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ۔یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قیاس و استدلال کے بجائے خالص علم پر کسی نظامِ حیات (یعنی دین) کی بنیاد اگر قائم ہوسکتی ہے تو وہ صرف وحی الٰہی کے ذریعہ ہی سے ہوسکتی ہے۔ (تفہیم القران)۔

نوٹ:2

آیت۔60۔کی روح کو سمجھنے کے لیے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ آدمی دعا صرف اس ہستی سے مانگتا ہے جس کو وہ سمیع و بصیر اور فوق الفطری اقتدار (Supernatural Powers) کا مالک سمجھتا ہے۔دعا مانگنے کا محرک دراصل آدمی کا یہ اندرونی احساس ہوتا ہے کہ عالم اسباب کے تحت فطری ذرائع اور وسائل اس کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں اس لیے کسی فوق الفطری اقتدار کی مالک ہستی سے رجوع کرنا ناگزیر ہے۔اس ہستی کو آدمی بن دیکھے، ہر وقت، ہر جگہ اور ہر حال میں پکارتا ہے، باآواز بلند بھی، چپکے چپکے بھی اور دل ہی دل میں بھی۔یہ اس عقیدے کی بنا پر ہوتا ہے کہ وہ ہستی اس کو ہر جگہ ہر حال میں دیکھ رہی ہے۔اس کے دل کی بات بھی سن رہی ہے اوراس کو ایسی قدرت حاصل ہے کہ اسے پکارنے والا جہاں بھی ہو وہ اس کی مدد کو پہنچ سکتی ہے۔دعا کی اس حقیقت کو جان لینے کے بعد یہ سمجھنا مشکل نہیں رہتا کہ جو شخص اللہ کے سوا کسی اور ہستی کو مدد کے لیے پکارتا ہے وہ درحقیقت قطعی اور خالص شرک کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ وہ اس ہستی کے اندر ان صفات کا اعتقاد رکھتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی ہی صفات ہیں۔

دوسری بات یہ ذہن نشین کریں کہ پہلے فقرے میں جس چیز کو دعا کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اسی کو دوسرے فقرے میں عبادت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دعا عین عبادت ہے۔پھر دعا نہ مانگنے والوں کے لیے فرمایا کہ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ دعا سے منہ موڑنے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی تکبر میں مبتلاء ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

اس مقام پر پہنچ کر وہ مسئلہ بھی حل ہوجاتا ہے جو بہت سے ذہنوں میں اکثر الجھن پیدا کرتا ہے۔کچھ لوگ دعا کے معاملے میں اس طرح سوچتے ہیں کہ جب تقدیر کی برائی اور بھلائی اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ اپنی حکمت و مصلحت سے جو فیصلہ کرچکا وہی ہونا ہے تو پھر ہمارے دعا مانگنے کا حاصل کیا ہے۔یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے اوراس باطل خیال میں مبتلا رہتے ہوئے اگر آدمی دعا مانگے بھی تو اس کی دعا میں کوئی روح باقی نہیں رہتی۔قرآن مجید کی یہ آیت اس غلط فہمی کو دو طریقوں سے رفع کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ صاف الفاظ میں فرما رہا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔اس سے معلوم ہوا کہ قضا اور تقدیر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ باندھ دیے ہوں۔ بندے تو بلاشبہ اللہ کے فیصلوں کو ٹالنے یا بدلنے کی طاقت نہیں رکھتے مگر اللہ تعالیٰ خود یہ طاقت ضرور رکھتا ہے کہ کسی بندے کی دعائیں سن کر وہ اپنا فیصلہ بدل دے۔دوسری بات یہ ہے کہ دعا خواہ قبول ہو یا نہ ہو، بہرحال ایک بہت بڑے فائدے سے وہ کسی صورت میں بھی خالی نہیں ہوتی کیونکہ دعا بجائے خود عبادت ہے جس کے اجر سے بندہ کسی حال میں بھی محروم نہ رہے گا، قطع نظر اس سے کہ وہ چیز اس کو عطا کی جائے یا نہ کی جائے جس کے لیے اس نے دعا کی تھی۔

نبی ﷺ کے ارشادات میں ہمیں ان مضامین کی وضاحت مل جاتی ہے۔(یہاں ہم صرف چند احادیث نقل کر رہے ہیں۔مرتب) حضور ﷺ نے فرمایا قضا کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی مگر دعا یعنی اللہ کے فیصلے کو بدل دینے کی طاقت کسی میں نہیں ہے۔مگر اللہ خود اپنا فیصلہ بدل سکتا ہے جب بندہ اس سے دعا مانگے۔

۲۔ ایک مسلمان جب بھی کوئی دعا مانگتا ہے، بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اسے تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں قبول فرماتا ہے۔ یا تو اس کی وہ دعا اسی دنیا میں قبول کر لی جاتی ہے یا اسے آخرت میں اجر دینے کے لیے محفوظ رکھ لیا جاتا ہے یا اسی درجہ کی کسی آفت کو اس پر آنے سے روک دیا جاتا ہے۔

۳۔ دعا بہر حال نافع ہے ان بلاؤں کے معاملہ میں بھی جو نازل ہو چکی ہیں اور ان کے معاملہ میں بھی جو نازل نہیں ہوئیں۔ پس اے بندگانِ خدا تم ضرور دعا مانگا کرو۔

۴۔ تم میں سے ہر شخص کو اپنی ہر حاجت خدا سے مانگنی چاہیے۔ حتیٰ کہ اس کی جوتی کا تسمہ بھی اگر ٹوٹ جائے تو خدا سے دعا کرے۔ اس لیے کہ کسی بھی معاملہ میں ہماری کوئی تدبیر خدا کی توفیق و تائید کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس لیے تدبیر کے ساتھ دعا بھی ضروری ہے۔ (تفہیم القران۔ ج ۴، ص 418 تا 422 سے ماخوذ)

آیت نمبر (61 تا 68)

ترجمہ

اَللّٰہُ الَّذِیْ	جَعَلَ لَکُمُ	الَّیْلَ	لِتَسْکُنُوْا فِیْهِ	وَالنَّهَارَ	مُبْصِرًا ؕ
اللہ وہ ہے جس نے	بنایا تمہارے لیے	رات کو	تا کہ تم لوگ سکون حاصل کرو اس میں	اور (بنایا) دن کو	بینا کرنے والا

اِنَّ اللّٰہَ	لَذُوْ فَضْلٍ	عَلَی النَّاسِ	وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ	لَا یَشْکُرُوْنَ ﴿۶۱﴾	ذٰلِکُمُ اللّٰہُ
بیشک اللہ	یقیناً (بڑے) فضل والا ہے	لوگوں پر	اور لیکن لوگوں کی اکثریت	شکر نہیں کرتی	یہ اللہ

رَبُّکُمْ	خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۘ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ ۫	فَاَنّٰی	تُؤْفَکُوْنَ ﴿۶۲﴾
تم لوگوں کا پرورش کرنے والا ہے	جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے	کوئی الٰہ نہیں ہے	مگر وہ	تو کہاں سے	تم لوگ پھیر دیئے جاتے ہو

کَذٰلِکَ یُؤْفَکُ	الَّذِیْنَ	کَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾	اَللّٰہُ الَّذِیْ
اس طرح پھیر دیا جاتا ہے	ان لوگوں کو جو	اللہ کی نشانیوں کا جانتے بوجھتے انکار کیا کرتے تھے	اللہ وہ ہے جس نے

جَعَلَ لَکُمُ	الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ	السَّمَآءَ بِنَآءً	وَّصَوَّرَکُمْ	فَاَحْسَنَ
بنایا تمہارے لیے	زمین کو قرار	اور آسمان کو بلندی	اور اس نے شکل دی تم لوگوں کو	پھر اس نے حسن دیا

صُوَرَکُمْ	وَرَزَقَکُمْ	مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ	ذٰلِکُمُ اللّٰہُ	رَبُّکُمْ ۚۖ
تمہاری صورتوں کو	اور اس نے روزی دی تمہیں	پاکیزہ (چیزوں) میں سے	یہ اللہ	تمہارا پروردگار ہے

فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ	رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۴﴾	هُوَ الْحَیُّ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ
تو بابرکت ہوا اللہ	جو تمام جہانوں کا رب ہے	وہ ہی (حقیقتاً) زندہ ہے	کوئی الٰہ نہیں ہے	مگر وہ

فَادْعُوْهُ	مُخْلِصِيْنَ	لَهُ الدِّيْنَ ؕ	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾
تو تم لوگ پکارو اس کو	خالص کرنے والے ہوتے ہوئے	اس کے لیے دین کو	تمام شکر و سپاس اللہ کے لیے ہے	جو تمام جہانوں کا رب ہے

قُلْ	اِنِّيْ نُهِيْتُ	اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	لَمَّا
آپ کہہ دیجیے	کہ مجھ کو منع کیا گیا	کہ میں بندگی کروں ان کی جن کو	تم لوگ پکارتے ہو	اللہ کے علاوہ	جب (کہ)

جَآءَنِيَ	الْبَيِّنٰتُ	مِنْ رَّبِّيْ ۫	وَاُمِرْتُ	اَنْ اُسْلِمَ	لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾
آئیں میرے پاس	واضح (نشانیاں)	میرے رب سے	اور مجھ کو حکم دیا گیا	کہ میں تابعداری کروں	تمام جہانوں کے رب کی

هُوَ الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	مِّنْ تُرَابٍ	ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ	ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ
وہ، وہ ہے جس نے	پیدا کیا تم لوگوں کو	ایک مٹی سے	پھر ایک بوند سے	پھر ایک لوتھڑے سے

ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ	طِفْلًا	ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا	اَشُدَّكُمْ	ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا
پھر وہ نکالتا ہے تم کو	ایک بچے (کی صورت دیتے ہوئے)	تاکہ پھر تم لوگ پہنچو	اپنی پختگی کو	تاکہ پھر تم لوگ ہو جاؤ

شُيُوْخًا ۚ	وَمِنْكُمْ مَّنْ	يُّتَوَفّٰى	مِنْ قَبْلُ	وَلِتَبْلُغُوْٓا	اَجَلًا مُّسَمًّى
بوڑھے	اور تم میں وہ بھی ہے جس کو	وفات دی جاتی ہے	اس سے پہلے	اور تاکہ تم لوگ پہنچو	ایک معین مدت کو

وَّلَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾	هُوَ الَّذِيْ	يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ	فَاِذَا قَضٰٓى
اور شاید کہ تم لوگ	عقل استعمال کرو	وہ، وہ ہے جو	زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے	تو جب بھی وہ فیصلہ کرتا ہے

اَمْرًا	فَاِنَّمَا	يَقُوْلُ لَهٗ	كُنْ	فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع
کسی کام کا	تو کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	وہ کہتا ہے اس سے	تو ہو جا	تو وہ ہو جاتا ہے

نوٹ: 1

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا ذکر ہے جن کے لیے کٹر سے کٹر مشرک بھی تسلیم کرتا ہے کہ یہ کام صرف اللہ ہی کر سکتا ہے۔ ان میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ان کے دیوی دیوتا یا بزرگ و اولیاء میں سے کوئی یہ کام کر سکتا ہے۔ اس حقیقت کا منطقی تقاضہ یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کیا جائے صرف اسی کو پکارا جائے اور صرف اسی سے مانگا جائے۔ اس حقیقت کو مانتے ہوئے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو وہی پکارے گا جس کی عقل الٹی پھیر دی گئی ہو۔ (حافظ احمد یار صاحب کے کیسٹ سے ماخوذ)

آیت نمبر (69 تا 78)

س ل س ل

(رباعی) سَلْسَلَةً ایک چیز کو دوسری چیز سے جوڑنا۔

سِلْسِلَةٌ ج سَلَاسِلُ۔ زنجیر۔ ﴿ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا﴾ (69/ الحاقۃ: 32) ''ایک ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر بازو ہیں۔'' اور زیر مطالعہ آیت۔ 71

س ج ر

96/63

(ن) سَجَرًا تنور میں ایندھن ڈال کے اسے گرم کرنا۔(۱) ڈالنا۔ جھونکنا۔(۲) بھڑکانا۔ جوش دینا۔ زیر مطالعہ آیت۔72۔

مَسۡجُوۡر اسم المفعول ہے۔ جوش دیا ہوا۔﴿ وَالۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ ۙ﴾ (52/الطور:6)''قسم ہے جوش دیئے ہوئے سمندر کی۔''

(تفعیل) تَسۡجِیۡرًا خوب بھڑکانا۔خوب جوش دینا۔﴿ وَاِذَا الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۪ۙ﴾ (81/التکویر:6)''اور جب سمندروں کو خوب جوش دیا جائے گا۔''

ترجمہ

اَلَمۡ تَرَ	اِلَی الَّذِیۡنَ	یُجَادِلُوۡنَ	فِیۡۤ اٰیٰتِ اللّٰہِ ؕ	اَنّٰی
کیا آپؐ نے غور نہیں کیا	ان کی طرف جو	مناظرہ کرتے ہیں	اللہ کی آیات میں	(کہ) کہاں سے

یُصۡرَفُوۡنَ ﴿ۚۛ۶۹﴾	الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا	بِالۡکِتٰبِ	وَبِمَاۤ	اَرۡسَلۡنَا بِہٖ
وہ لوگ ہٹائے جاتے ہیں	جنہوں نے جھٹلایا	اس کتاب کو	اور اس کو	ہم نے بھیجا جس کے ساتھ

رُسُلَنَا ۟ۛ	فَسَوۡفَ	یَعۡلَمُوۡنَ ﴿ۙ۷۰﴾	اِذِ الۡاَغۡلٰلُ	فِیۡۤ اَعۡنَاقِہِمۡ
اپنے رسولوں کو	تو عنقریب	وہ لوگ جان لیں گے	جب طوق	ان کی گردنوں میں ہوں گے

وَالسَّلٰسِلُ ؕ	یُسۡحَبُوۡنَ ﴿ۙ۷۱﴾	فِی الۡحَمِیۡمِ ۬ۙ	ثُمَّ فِی النَّارِ	یُسۡجَرُوۡنَ ﴿ۚ۷۲﴾
اور زنجیریں	وہ لوگ گھسیٹے جائیں گے	گرم (پانی) میں	پھر آگ میں	جھونکے جائیں گے

ثُمَّ قِیۡلَ لَہُمۡ	اَیۡنَ	مَا	کُنۡتُمۡ تُشۡرِکُوۡنَ ﴿ۙ۷۳﴾	مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ
پھر کہا جائے گا ان سے	کہاں ہے	وہ جس کو	تم لوگ شریک کیا کرتے تھے	اللہ کے سوا

قَالُوۡا	ضَلُّوۡا	عَنَّا	بَلۡ لَّمۡ نَکُنۡ	نَّدۡعُوۡا	مِنۡ قَبۡلُ	شَیۡئًا ؕ
وہ لوگ کہیں گے	وہ سب بھٹک گئے (گم ہو گئے)	ہم سے	بلکہ ہم تھے ہی نہیں	(کہ) ہم پکارتے تھے	اس سے پہلے	کسی چیز کو

کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ	الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۷۴﴾	ذٰلِکُمۡ	بِمَا	کُنۡتُمۡ تَفۡرَحُوۡنَ
اسی طرح بھٹکا دیتا ہے اللہ	کافروں کو	یہ	اس سبب سے ہے جو	تم لوگ شاداں پھرا کرتے تھے

فِی الۡاَرۡضِ	بِغَیۡرِ الۡحَقِّ	وَبِمَا	کُنۡتُمۡ تَمۡرَحُوۡنَ ﴿ۚ۷۵﴾	اُدۡخُلُوۡۤا
زمین میں	حق کے بغیر	اور اس سبب سے ہے جو	تم لوگ اٹھلایا کرتے تھے	تم سب داخل ہو

اَبۡوَابَ جَہَنَّمَ	خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ۚ	فَبِئۡسَ	مَثۡوَی الۡمُتَکَبِّرِیۡنَ ﴿۷۶﴾	فَاصۡبِرۡ
جہنم کے دروازوں میں	ہمیشہ رہنے والے ہوتے ہوئے اس میں	تو کیا ہی بُری ہے	بڑا بننے والوں کی قیام گاہ	تو آپؐ ڈٹے رہیں

اِنَّ وَعۡدَ اللّٰہِ	حَقٌّ ۚ	فَاِمَّا	نُرِیَنَّکَ	بَعۡضَ الَّذِیۡ	نَعِدُھُمۡ
یقیناً اللہ کا وعدہ	بڑا پکا ہے	پھر اگر	ہم دکھا ہی دیں آپ کو	اس کا کچھ جس سے	ہم ڈراتے ہیں ان کو

اَوۡ نَتَوَفَّیَنَّکَ	فَاِلَیۡنَا	یُرۡجَعُوۡنَ ﴿۷۷﴾	وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا	رُسُلًا
یا ہم وفات ہی دیں آپ کو	تو ہماری طرف ہی	یہ سب لوٹائے جائیں گے	اور بیشک ہم بھیج چکے	کچھ رسول

مِّنۡ قَبۡلِکَ	مِنۡھُمۡ مَّنۡ	قَصَصۡنَا عَلَیۡکَ	وَمِنۡھُمۡ مَّنۡ	لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَیۡکَ ؕ
آپؐ سے پہلے	ان میں وہ بھی ہیں جن کو	ہم نے بیان آپؐ پر	اور ان میں وہ بھی ہیں جن کو	ہم نے نہیں بیان کیا آپؐ پر

وَمَا کَانَ لِرَسُوۡلٍ	اَنۡ یَّاۡتِیَ بِاٰیَۃٍ	اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ	فَاِذَا جَآءَ اَمۡرُ اللّٰہِ
اور نہیں تھا کسی رسول کے لیے	کہ وہ لائے کوئی نشانی (معجزہ)	مگر اللہ کی اجازت سے	پھر جب آئے گا اللہ کا حکم

قُضِیَ بِالۡحَقِّ	وَخَسِرَ	ھُنَالِکَ	الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۷۸﴾ ع
تو فیصلہ کیا جائے گا حق کے ساتھ	اور گھاٹے میں رہیں گے	وہاں	باطل کرنے والے

نوٹ:1

آیت۔75 میں تَفۡرَحُوۡنَ کے معنیٰ ہیں خوش ہونا۔ مسرور ہونا۔ جبکہ تَمۡرَحُوۡنَ کے معنیٰ ہیں اترانا۔ فخر وغرور میں مبتلا ہونا۔ مرح تو مطلقاً حرام ہے اور فرح میں یہ تفصیل ہے کہ مال و دولت کے نشہ میں خدا کو بھول کر گناہوں پر خوش ہونا، یہ تو ناجائز ہے۔ اور فَرِحَ کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ دنیا کی نعمتوں اور راحتوں کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھ کر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا، یہ جائز بلکہ مستحب ہے۔ اس آیت میں مَرِحَ کے ساتھ کوئی قید نہیں لگائی گئی کیونکہ یہ مطلقاً سبب عذاب ہے جبکہ فَرِحَ کے ساتھ بغیر الحق کی قید لگا کر بتادیا کہ ناحق اور ناجائز لذتوں پر خوش ہونا حرام ہے اور حق و جائز نعمتوں پر بطور شکر کے خوش ہونا عبادت اور ثواب ہے۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ:2

آیت۔77۔ میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی ہے کہ ان کی حرکتوں پر صبر کرو۔ جس عذاب کی ان کو دھمکی دی جارہی ہے، اگر انہوں نے اپنی روش نہ بدلی تو وہ لازماً ظاہر میں آ کر رہے گا، یا تو تمہاری زندگی میں ہی اس کا کچھ حصہ ظہور میں آئے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو بالآخر انہیں ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے تو ہم آخرت میں ان کو اس کا مزا چکھائیں گے۔ (تدبر قرآن)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اس کے منتظر تھے کہ کافروں کو عذاب ملے۔ کافروں کے عذاب کا انتظار شانِ رحمۃ للعالمین کے منافی ہے۔ لیکن جب مجرموں کو سزا دینے سے مقصد مظلوموں کو تسلی دینا ہو تو مجرموں کو سزا دینا شفقت و رحمت کے منافی نہیں ہے۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (79تا85)

ترجمہ

اَللّٰہُ الَّذِیۡ	جَعَلَ لَکُمُ	الۡاَنۡعَامَ	لِتَرۡکَبُوۡا	مِنۡھَا
اللہ وہ ہے جس نے	بنائے تمہارے لیے	چوپائے	تاکہ تم لوگ سواری کرو	ان میں سے (بعض پر)

وَمِنْهَا	تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٩﴾	وَلَكُمْ فِيْهَا	مَنَافِعُ	وَلِتَبْلُغُوْا
اور ان (ہی) میں سے	تم لوگ کھاتے ہو	اور تمہارے لیے ان میں	کچھ فائدے ہیں	اور تاکہ تم لوگ پہنچو

عَلَيْهَا	حَاجَةً	فِيْ صُدُوْرِكُمْ	وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ
ان پر (سوار ہو کر)	کسی ایسی ضرورت کو جو	تمہارے سینوں میں ہے	اور ان پر اور کشتیوں پر

تُحْمَلُوْنَ ﴿٨٠﴾	وَيُرِيْكُمْ	اٰيٰتِهٖ ۖ	فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ	تُنْكِرُوْنَ ﴿٨١﴾
تم لوگ سوار کیے جاتے ہو	اور وہ دکھاتا ہے تم لوگوں کو	اپنی نشانیاں	تو اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا	تم لوگ انکار کرو گے

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا	فِي الْاَرْضِ	فَيَنْظُرُوْا	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ ط
تو کیا یہ لوگ چلے پھرے نہیں	زمین میں	نتیجتاً وہ دیکھتے	کیسا تھا	ان لوگوں کا انجام جو	ان سے پہلے تھے

كَانُوْٓا	اَكْثَرَ	مِنْهُمْ	وَاَشَدَّ	قُوَّةً	وَّاٰثَارًا	فِي الْاَرْضِ
وہ لوگ تھے	تعداد میں زیادہ	ان لوگوں سے	اور زیادہ سخت	بلحاظ قوت کے	اور بلحاظ نشانات (چھوڑنے کے)	زمین میں

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾	فَلَمَّا	جَآءَتْهُمْ
تو کام نہ آئی ان کے	وہ جو	وہ لوگ کمائی کرتے تھے	پھر جب	آئے ان کے پاس

رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَرِحُوْا	بِمَا	عِنْدَهُمْ	مِّنَ الْعِلْمِ	وَحَاقَ	بِهِمْ
ان کے رسول	واضح (نشانیوں) کے ساتھ	تو وہ لوگ شاداں رہے	اس کے ساتھ جو	ان کے پاس تھا	علم میں سے	اور گھیر لیا	ان کو

مَّا	كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٨٣﴾	فَلَمَّا رَاَوْا	بَاْسَنَا	قَالُوْٓا
اس نے	یہ لوگ مذاق اڑاتے تھے جس کا	پھر جب انہوں نے دیکھا	ہماری سختی کو	تو انہوں نے کہا

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ	وَحْدَهٗ	وَكَفَرْنَا بِمَا	كُنَّا بِهٖ	مُشْرِكِيْنَ ﴿٨٤﴾	فَلَمْ يَكُ
ہم ایمان لائے اللہ پر	اس کے واحد ہوتے ہوئے	اور ہم نے انکار کیا اس کا	ہم تھے جسے	شریک کرنے والے	پھر ہوا ہی نہیں (کہ)

يَنْفَعُهُمْ	اِيْمَانُهُمْ	لَمَّا رَاَوْا	بَاْسَنَا ط	سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ
فائدہ دے ان کو	ان کا ایمان	جب انہوں نے دیکھا	ہماری سختی کو	(آپ پائیں گے) اللہ کی اس سنت کو جو

قَدْ خَلَتْ	فِيْ عِبَادِهٖ ج	وَخَسِرَ	هُنَالِكَ	الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ ع
گزری ہے	اس کے بندوں میں	اور گھاٹے میں رہے	وہاں	کافر لوگ

نوٹ:1

آیت۔83۔میں کافروں کا اپنے علم پر خوش رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے فلسفے اور سائنس، اپنے قانون، اپنے دنیوی علوم اور اپنے پیشواؤں کے گھڑے ہوئے مذہبی افسانوں (Mythology) وغیرہ کو ہی انہوں نے اصل سمجھا اور انبیاء علیہم السلام کے لائے ہوئے علم کو ہیچ کر اس کی طرف کوئی التفات نہ کیا۔(تفہیم القرآن)۔

ان کے علم سے مراد دنیا کی تجارت صنعت وغیرہ کا علم ہے جس میں یہ لوگ فی الواقع ماہر تھے اور قرآن کریم نے ان کے اس علم کا ذکر سورۂ روم کی آیت۔ 7۔ میں اس طرح کیا ہے کہ یہ لوگ دنیا کی ظاہری زندگی اور اس سے منافع حاصل کرنے کو تو کچھ جانتے سمجھتے ہیں، مگر آخرت جہاں ہمیشہ رہنا ہے اور جہاں کی راحت وکلفت دائمی ہے، اس سے بالکل جاہل وغافل ہیں۔ اس آیت میں بھی علم ظاہر دنیا کا مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ چونکہ قیامت اور آخرت کے منکر ہیں اس لیے اپنے اسی ظاہری ہنر پر خوش اور مگن ہو کر انبیاء کے علوم کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ (معارف القرآن)۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سورۃ حٰمٓ السجدۃ (41)

آیت نمبر (1 تا 8)

ترجمہ

حٰمٓ ۚ ①	تَنۡزِيۡلٌ	مِّنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۚ ②	كِتٰبٌ	فُصِّلَتۡ
-	(یہ تدریجاً) اتارنا ہے	رحمان رحیم (کی طرف) سے	(یہ) ایک ایسی کتاب ہے	کھول کھول کر بتائی گئیں

اٰيٰتُهٗ	قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا	لِّقَوۡمٍ	يَّعۡلَمُوۡنَ ۙ ③	بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ۚ
جس کی آیتیں	عربی قرآن ہوتے ہوئے	ایسے لوگوں کے لیے جو	علم رکھتے ہیں	بشارت دینے والی اور خبردار کرنے والی ہوتے ہوئے

فَاَعۡرَضَ	اَكۡثَرُهُمۡ	فَهُمۡ لَا يَسۡمَعُوۡنَ ④	وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا	فِىۡۤ اَكِنَّةٍ
پھر اعراض کیا	ان کے اکثر نے	نتیجتاً وہ لوگ سنتے نہیں ہیں	اور انہوں نے کہا ہمارے دل	غلافوں میں ہیں

مِّمَّا	تَدۡعُوۡنَاۤ	اِلَيۡهِ	وَفِىۡۤ اٰذَانِنَا	وَقۡرٌ	وَّمِنۡۢ بَيۡنِنَا وَبَيۡنِكَ
اس سے	آپ بلاتے ہیں ہم کو	جس کی طرف	اور ہمارے کانوں میں	کچھ گرانی ہے	اور ہمارے درمیان اور آپ کے درمیان

حِجَابٌ	فَاعۡمَلۡ	اِنَّنَا عٰمِلُوۡنَ ⑤	قُلۡ اِنَّمَاۤ	اَنَا بَشَرٌ
ایک حجات ہے	تو آپ عمل کریں	بیشک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں	آپ کہیے کچھ نہیں سوائے اس کے کہ	میں ایک بشر ہوں

مِّثۡلُكُمۡ	يُوۡحٰۤى اِلَىَّ	اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ	فَاسۡتَقِيۡمُوۡۤا
تم لوگوں کے جیسا	(ہاں) وحی کی جاتی ہے میری طرف	کہ تم لوگوں کا اِلٰہ تو بس	ایک ہی اِلٰہ ہے	تو تم لوگ سیدھے رہو

اِلَيۡهِ	وَاسۡتَغۡفِرُوۡهُ ؕ	وَوَيۡلٌ	لِّلۡمُشۡرِكِيۡنَ ۙ ⑥	الَّذِيۡنَ	لَا يُؤۡتُوۡنَ
اس کی طرف	اور مغفرت طلب کرو اس سے	اور تباہی ہے	شرک کرنے والوں کے لیے	(یہ) وہ لوگ ہیں جو	نہیں پہنچاتے

الزَّكٰوةَ	وَهُمْ	بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ⑦	اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
زکوٰۃ	اور یہ لوگ	آخرت کا ہی انکار کرنے والے ہیں	بیشک جولوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ اَجْرٌ	غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ⑧
اورانہوں نےعمل کیے نیکیوں کے	ان کے لیے اجر ہے	نہ منقطع ہونے والا

نوٹ:1 کفار نے جو اپنے دلوں پر پردے، کانوں میں بوجھ وغیرہ کا اقرار کیا، اس سے ظاہر ہے یہ تو مراد نہ تھا کہ ان میں عقل نہیں یا بہرے ہیں، بلکہ یہ ایک قسم کا استہزاء و تمسخر تھا۔ مگر اس استہزاء کا جو جواب رسول اللہ ﷺ کو تلقین کیا گیا وہ یہ تھا کہ ان کے مقابلہ میں کوئی تشدد کی بات نہ کریں بلکہ اپنی تواضع کا اظہار کریں کہ میں خدا نہیں کہ ہر کام کا مالک و مختار ہوں بلکہ تم ہی جیسا ایک انسان ہوں۔ فرق صرف اس کا ہے کہ مجھے میرے رب نے وحی بھیج کر ہدایت کی اور میں بھی تمہیں یہی وصیت کرتا ہوں کہ اپنا رخ عبادت و طاعت میں صرف ایک اللہ کی طرف کرلو اور پچھلے گناہوں سے توبہ کرلو۔ (معارف القرآن)۔

آیت نمبر (9 تا 14)

د خ ن

(س) دَخَنًا آگ کا دھواں اٹھانا۔

دُخَانٌ اسم ذات ہے۔ دھواں۔ زیر مطالعہ آیت۔ 11۔

ترجمہ

قُلْ اَئِنَّكُمْ	لَتَكْفُرُوْنَ	بِالَّذِيْ	خَلَقَ الْاَرْضَ	فِيْ يَوْمَيْنِ
آپ کہیے کیا واقعی تم لوگ	قطعی ناشکری کرتے ہو	اُس (ہستی) کی جس نے	پیدا کیا زمین کو	دودنوں میں

وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ	اَنْدَادًا ط	ذٰلِكَ	رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ⑨ ج	وَجَعَلَ فِيْهَا
اور بناتے ہو اس کے لیے	کچھ ہم پلہ	وہ	تمام جہانوں کا رب ہے	اوراس نے بنائے اس میں

رَوَاسِيَ	مِنْ فَوْقِهَا	وَبٰرَكَ فِيْهَا	وَقَدَّرَ فِيْهَآ	اَقْوَاتَهَا	فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ط
کچھ پہاڑ	اس کے اوپر سے	اوراس نے برکت دی اس میں	اوراس نے مقدر کیں اس میں	اس کی روزیاں	چاردنوں میں

سَوَآءً	لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑩	ثُمَّ اسْتَوٰٓى	اِلَى السَّمَآءِ	وَهِيَ	دُخَانٌ
برابر (ضرورت کے مطابق) ہوتے ہوئے	مانگنے والوں کے لیے	پھر وہ متوجہ ہوا	آسمان کی طرف	اس حال میں کہ وہ	دھواں تھا

فَقَالَ لَهَا	وَلِلْاَرْضِ	ائْتِيَا	طَوْعًا	اَوْ كَرْهًا ط
تو اس نے کہا اس (آسمان) سے	اورزمین سے	تم دونوں آؤ	فرمانبردار ہوتے ہوئے	یا ناپسند کرتے ہوئے

قَالَتَآ	اَتَيْنَا	طَآئِعِيْنَ ⑪	فَقَضٰىهُنَّ	سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
ان دونوں نے کہا	ہم دونوں آگئے	فرمانبردار ہونے والے ہوتے ہوئے	تو اس نے بنایا ان کو	سات آسمان

فِيْ يَوْمَيْنِ	وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ	اَمْرَهَا ؕ	وَزَيَّنَّا
دنوں میں	اور اس نے وحی کیا ہر آسمان میں	اس کا حکم	اور ہم نے زینت دی

السَّمَآءَ الدُّنْيَا	بِمَصَابِيْحَ ۖ	وَحِفْظًا ؕ	ذٰلِكَ	تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿١٢﴾
دنیوی آسمان کو	چراغوں سے	اور محفوظ کیا ہوا	یہ	علیم بالادست (ہستی) کا طے شدہ امر ہے

فَاِنْ اَعْرَضُوْا	فَقُلْ	اَنْذَرْتُكُمْ	صٰعِقَةً	مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿١٣﴾ ؕ
پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں	تو آپ کہہ دیں	میں نے خبردار کر دیا تمہیں	ایک کڑک (عذاب) سے	ثمود اور عاد کے عذاب جیسے سے

اِذْ جَآءَتْهُمُ	الرُّسُلُ	مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ	وَمِنْ خَلْفِهِمْ
جب آئے ان کے پاس	رسول	ان کے آگے سے	اور ان کے پیچھے سے

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا	اِلَّا اللّٰهَ ؕ	قَالُوْا	لَوْ شَآءَ رَبُّنَا	لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً
کہ تم لوگ بندگی مت کرو	مگر اللہ کی	انہوں نے کہا	اگر چاہتا ہمارا رب	تو وہ ضرور اتارتا کچھ فرشتے

فَاِنَّا بِمَآ	اُرْسِلْتُمْ بِهٖ	كٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾
تو بیشک ہم اس چیز سے	تم لوگ بھیجے گئے جس کے ساتھ	انکار کرنے والے ہیں

نوٹ:1

آیت۔10۔ میں فرمایا کہ زمین میں برکتیں رکھیں۔ یہ اسی برکت کا کرشمہ ہے کہ یہ ہر قسم کی نباتات اگاتی ہے جن کے پھل اور پھول انسان اور دوسری مخلوقات کے کام آتے ہیں۔ یہ اسی کا فیض ہے کہ ایک دانہ انسان بوتا ہے اور زمین سینکڑوں دانوں کی شکل میں اس کا حاصل اس کو واپس کرتی ہے۔ ایک گٹھلی یا ایک قلم آدمی زمین میں لگاتا ہے اور ایک مدتِ دراز تک اس کا پھل وہ اور اس کی اولادیں کھاتی رہتی ہیں۔ یہ اسی برکت کا ثمرہ ہے کہ انسان اپنی سائنس کے ذریعے سے اس کے جتنے پرت الٹتا جاتا ہے اتنے ہی اس کے اندر سے خزانے پر خزانے نکلتے آ رہے ہیں۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ:2

اسی آیت۔10۔ میں آگے فرمایا ''یہ سب کام چار دن میں ہو گئے۔'' اس مقام کی تفسیر میں مفسرین کو یہ زحمت پیش آئی ہے۔ کہ اگر زمین کی تخلیق کے دو دن اور اس میں پہاڑ جمانے، برکتیں رکھنے اور سامان خوارک پیدا کرنے کے چار دن تسلیم کیے جائیں تو آگے آسمانوں کی پیدائش دو دنوں میں ہونے کا ذکر آیا ہے۔ اسے ملا کر آٹھ دن بن جاتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر زمین و آسمان کی تخلیق چھ دنوں میں ہونے کا ذکر آیا ہے۔ اسی بنا پر قریب قریب تمام مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ چار دن زمین کی تخلیق کے دو دن سمیت ہیں یعنی دو دن تخلیق زمین کے اور دو دن زمین کے اندر باقی چیزوں کی پیدائش کے ہیں۔ اس طرح جملہ چار دنوں میں زمین اپنے سرو سامان سمیت مکمل ہو گئی۔ لیکن یہ بات قرآن مجید کے ظاہر الفاظ کے خلاف ہے۔ زمین کی تخلیق کے دو دن دراصل ان دو دنوں سے الگ نہیں ہیں جن میں بحیثیت مجموعی پوری کائنات بنی ہے۔ آگے کی آیات میں زمین اور آسمان، دونوں کی تخلیق کا یکجا ذکر کیا گیا ہے اور پھر بتایا گیا ہے کہ اللہ نے دو دنوں میں سات آسمان بنا دیئے۔ ان سات آسمانوں سے پوری کائنات مراد ہے جن کا ایک جز ہماری یہ زمین بھی ہے۔ پھر جب کائنات کے دوسرے بے شمار ستاروں اور سیاروں کی طرح یہ زمین بھی ان دنوں میں مجرد ایک کرے کی شکل اختیار کر چکی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ذی حیات مخلوقات کے لیے تیار

کرنا شروع کیا اور چار دنوں میں وہ سروسامان پیدا کر دیا جس کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرے ستاروں اور سیاروں میں ان چار دنوں کے اندر کیا کچھ ترقیاتی کام کیے گئے، ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کیونکہ نزول قرآن کے دور کا انسان تو درکنار، اس زمانے کا آدمی بھی ان معلومات کو ہضم کرنے کی استعداد نہیں رکھتا تھا۔ (تفہیم القرآن)۔

نوٹ:3 بیان القرآن میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ یوں تو زمین و آسمان کی پیدائش کا ذکر، مختصر و مفصل، قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ آیا ہے مگر ان میں ترتیب کا بیان کہ پہلے کیا بنا پیچھے کیا بنا، یہ غالباً صرف تین آیتوں میں آیا ہے۔ ایک حم سجدہ کی یہ آیات، دوسری سورہ بقرہ کی آیت۔ 29۔ اور تیسری سورہ نازعات کی آیات۔ 27۔ 33۔ سورہ بقرہ اور حم سجدہ کی آیات سے زمین کی تخلیق کا آسمان سے مقدم ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور سورۂ نازعات کی آیات سے زمین کی تخلیق آسمان کے بعد معلوم ہوتی ہے۔ مولانا تھانویؒ نے فرمایا سب آیات پر غور کرنے سے میرے خیال میں تو یہ آتا ہے کہ یوں کہا جاوے کہ اول زمین کا مادہ بنا اور ہنوز اس کی موجودہ ہیئت نہ بنی تھی کہ اسی حالت میں آسمان کا مادہ بنا جو دھوئیں کی شکل میں تھا اس کے بعد زمین ہیئت موجودہ پر پھیلا دی گئی۔ پھر اس پر پہاڑ اور درخت وغیرہ پیدا کیے گئے پھر آسمان کے سیال مادۂ خانیہ کے سات آسمان بنا دیئے۔ امید ہے سب آیتیں اس تقدیر پر منطبق ہو جاویں گی۔ (بیان القرآن سورہ بقرہ۔ رکوع۔ ۳۔ منقول از معارف قرآن)۔

آیت نمبر (15 تا 18)

ن ح س

(ف) نَحَسًا (۱) افقِ آسمان کا سرخ ہو کر دھوئیں کی طرح ہو جانا۔ (اسے نحوست کی علامت سمجھا جاتا تھا)۔
(۲) نامبارک ہونا۔ منحوس ہونا۔

نَحۡسٌ اسم ذات ہے۔ منحوسیت۔ نحوست۔ ﴿ اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ رِیۡحًا صَرۡصَرًا فِیۡ یَوۡمِ نَحۡسٍ مُّسۡتَمِرٍّ ﴾ (54/القمر:19) ''بیشک ہم نے بھیجا ان پر ایک تیز ہوا ایک دائمی نحوست کے دن میں۔''

نُحَاسٌ اسم ذات ہے۔ چنگاری۔ دھواں۔ ﴿ یُرۡسَلُ عَلَیۡکُمَا شُوَاظٌ مِّنۡ نَّارٍ ۬ وَّ نُحَاسٌ ﴾ (55/الرحمٰن:35) ''چھوڑے جائیں گے تم دونوں پر شعلے آگ میں سے اور دھوئیں والے۔''

نَحِسٌ صفت ہے۔ نامبارک۔ منحوس۔ زیر مطالعہ آیت۔ 16

ترجمہ

فَاَمَّا عَادٌ	فَاسۡتَکۡبَرُوۡا	فِی الۡاَرۡضِ	بِغَیۡرِ الۡحَقِّ	وَقَالُوۡا
پس وہ جو عاد تھے	تو وہ بڑے بنے	زمین میں	حق کے بغیر	اور انہوں نے کہا

مَنۡ اَشَدُّ مِنَّا	قُوَّۃً	اَوَ لَمۡ یَرَوۡا	اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیۡ	خَلَقَہُمۡ
کون زیادہ سخت ہے ہم سے	بلحاظ قوت کے	اور کیا انہوں نے غور ہی نہیں کیا	کہ وہ اللہ جس نے	پیدا کیا ان کو

هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ	قُوَّةً	وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ⑮	فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ
وہ زیادہ سخت ہے ان سے	بلحاظ قوت کے	اور وہ ہماری نشانیوں کا جانتے بوجھتے انکار کرتے تھے	تو ہم نے بھیجا ان پر

رِيْحًا صَرْصَرًا	فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ	لِّنُذِيْقَهُمْ	عَذَابَ الْخِزْيِ
ایک تند و تیز ہوا کو	منحوس دنوں میں	تا کہ ہم چکھائیں ان کو	رسوائی کا عذاب

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ	اَخْزٰى	وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑯
دنیوی زندگی میں	اور یقیناً آخرت کا عذاب	سب سے زیادہ رسوا کن ہے	اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی

وَاَمَّا ثَمُوْدُ	فَهَدَيْنٰهُمْ	فَاسْتَحَبُّوا	الْعَمٰى	عَلَى الْهُدٰى
اور وہ جو ثمود تھے	تو ہم نے راہ سجھائی ان کو	پھر انہوں نے پسند کیا	اندھا ہونے کو	ہدایت پر

فَاَخَذَتْهُمْ	صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ	بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑰
تو پکڑا ان کو	ذلت والے عذاب کی کڑک نے	بسبب اس کے جو وہ لوگ کمائی کرتے تھے

وَنَجَّيْنَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ⑱
اور ہم نے رہائی دی	ان لوگوں کو جو ایمان لائے	اور وہ جو تقویٰ اختیار کرتے تھے

نوٹ: 1

یہاں اسلوب بیان سے واضح ہے کہ عاد اور ثمود کا ذکر محض بطور مثال ہوا ہے۔ مقصود ان تمام قوموں کے انجام کی طرف اشارہ کرنا ہے جو رسولوں کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک ہوئیں۔ ان قوموں پر جو عذاب آیا وہ شمال کی بادِ تند، ژالہ باری اور ہولناک رعد و برق کا مجموعہ تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کی تعبیر مختلف الفاظ سے ہوئی ہے۔ یہاں کسی ایک نمایاں وصف کا ذکر کر کے مقصود اس کے تمام لوازم کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ (تدبر قرآن)۔

نوٹ: 2

اصول اسلام اور احادیث سے ثابت ہے کہ کوئی دن یا رات اپنی ذات میں منحوس نہیں ہوتا۔ قوم عاد پر طوفانِ باد کے ایام کو نحسات فرمانے کا حال یہ ہے کہ یہ دن ان کی بداعمالیوں کے سبب سے ان کے حق میں منحوس ہو گئے تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دن سب کے لیے منحوس ہوں (معارف القرآن)۔ اس لیے اس آیت سے دنوں کے نحس ہونے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (19 تا 25)

ق ی ض

(ض) قَيْضًا ایک چیز کو دوسری کے بدلے میں لینا۔

(تفعیل) تَقْيِيْضًا غالب و مستولی کرنا۔ مسلط کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 25۔

1663

ترجمہ

وَيَوْمَ يُحْشَرُ	اَعْدَآءُ اللّٰهِ	اِلَى النَّارِ	فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑲
اور جس دن اکٹھا کیے جائیں گے	اللہ کے دشمن	آگ کی طرف	پھر ان کی صفت بندی کی جائے گی

حَتّٰٓى اِذَا مَا	جَآءُوْهَا	شَهِدَ عَلَيْهِمْ	سَمْعُهُمْ	وَاَبْصَارُهُمْ
یہاں تک کہ جب	وہ سب آئیں گے اس (آگ) کے پاس	تو گواہی دیں گی ان کے خلاف	ان کی سماعت	اور ان کی بصارت

وَجُلُوْدُهُمْ	بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑳	وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ	لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ط
اور ان کی کھالیں	بسبب اس کے جو وہ کرتے تھے	اور وہ سب کہیں گے اپنی کھالوں سے	کیوں گواہی دی تم نے ہمارے خلاف

قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا	اللّٰهُ الَّذِيْٓ	اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ	وَّهُوَ	خَلَقَكُمْ
وہ کہیں گی ہمیں گویائی دی	اس اللہ نے جس نے	گویائی دی ہر چیز کو	اور وہ ہی ہے	جس نے پیدا کیا تم کو

اَوَّلَ مَرَّةٍ	وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ㉑	وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ	اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ
پہلی مرتبہ	اور اس کی طرف ہی تم لوگ لوٹائے جاؤ گے	اور تم لوگ پردہ نہیں کرتے تھے	کہ گواہی دیں گی تمہارے خلاف

سَمْعُكُمْ	وَلَآ اَبْصَارُكُمْ	وَلَا جُلُوْدُكُمْ	وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ	اَنَّ اللّٰهَ
تمہاری سماعت	اور نہ ہی تمہاری بصارت	اور نہ ہی تمہاری کھالیں	اور لیکن تم نے گمان کیا	کہ اللہ

لَا يَعْلَمُ	كَثِيْرًا مِّمَّا	تَعْمَلُوْنَ ㉒	وَذٰلِكُمْ	ظَنُّكُمُ الَّذِيْ	ظَنَنْتُمْ
نہیں جانتا	اس میں سے اکثر کو جو	تم لوگ کرتے ہو	اور یہ	تمہارا وہ گمان ہے جو	تم لوگوں نے گمان کیا

بِرَبِّكُمْ	اَرْدٰىكُمْ	فَاَصْبَحْتُمْ	مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ㉓	فَاِنْ يَّصْبِرُوْا
اپنے رب کے بارے میں	اس (گمان) نے ہلاک کیا تم کو	تو تم لوگ ہو گئے	خسارہ پانے والوں میں سے	پس اگر وہ لوگ صبر کریں (یا نہ کریں)

فَالنَّارُ	مَثْوًى لَّهُمْ ج	وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا	فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ㉔
پھر آگ	ٹھکانہ ہے ان کے لیے	اور اگر وہ لوگ رضامندی چاہیں گے	تو وہ نہیں ہوں گے راضی کیے ہوؤں میں سے

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ	قُرَنَآءَ	فَزَيَّنُوْا لَهُمْ	مَّا
اور ہم نے تعینات کیے ان کے لیے	کچھ ساتھی	تو انہوں نے زینت دی ان کے لیے	اس کو جو

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	وَمَا خَلْفَهُمْ	وَحَقَّ عَلَيْهِمُ	الْقَوْلُ	فِيْٓ اُمَمٍ
ان کے آگے ہے	اور اس کو جو ان کے پیچھے ہے	اور ثابت ہوئی ان پر	وہ بات (جو)	ایسی امتوں میں ہوئی جو

قَدْ خَلَتْ	مِنْ قَبْلِهِمْ	مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ج	اِنَّهُمْ كَانُوْا	خٰسِرِيْنَ ع ㉕
گزر چکی ہیں	ان سے پہلے	جنوں اور انسانوں میں سے	بیشک وہ لوگ تھے	خسارہ پانے والے

نوٹ:1 آیت۔20۔منجملہ ان بہت سی آیات کے ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم آخرت محض ایک روحانی عالم نہیں ہوگا بلکہ انسان وہاں دوبارہ اسی طرح جسم و روح کے ساتھ زندہ کیے جائیں گے جس طرح وہ اب اس دنیا میں ہیں۔ان کو جسم بھی وہی دیا جائے گا جس میں اب وہ رہتے ہیں۔اور وہ انہی جسموں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن کے اندر رہ کر وہ دنیا میں کام کر چکے تھے۔ظاہر ہے کہ انسان کے اعضاء وہاں اسی صورت میں گواہی دے سکتے ہیں جبکہ وہ وہی اعضاء ہوں جن سے اس نے اپنی پہلی زندگی میں جرم کا ارتکاب کیا تھا۔(تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (26 تا 29)

ترجمہ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	لَا تَسْمَعُوْا	لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ	وَالْغَوْا فِيْهِ
اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا	تم لوگ مت سنو	اس قرآن کو	اور غل غپاڑہ کرو اس میں

لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾	فَلَنُذِيْقَنَّ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ
شاید تم لوگ غالب ہو جاؤ	تو ہم لازماً چکھائیں گے	ان کو جنہوں نے کفر کیا	ایک شدید عذاب

وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ	اَسْوَاَ الَّذِيْ	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾	ذٰلِكَ	جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ
اور ہم لازماً بدلہ دیں گے ان کو	اس کا بدترین جو	وہ عمل کرتے تھے	یہ	اللہ کے دشمنوں کا بدلہ ہے

النَّارُ ۚ	لَهُمْ فِيْهَا	دَارُ الْخُلْدِ ۭ	جَزَآءًۢ	بِمَا	كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٢٨﴾
جو آگ	ان کے لیے ہے اس میں	ہمیشگی کا گھر ہے	بدلہ ہوتے ہوئے	بسبب اس کے جو	ہماری نشانیوں کا جانتے بوجھتے انکار کرتے تھے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	رَبَّنَآ	اَرِنَا	الَّذَيْنِ	اَضَلّٰنَا	مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا	اے ہمارے رب	تو دکھا ہمیں	ان دونوں کو جنہوں نے	گمراہ کیا ہم کو	جنوں اور انسانوں میں سے

نَجْعَلْهُمَا	تَحْتَ اَقْدَامِنَا	لِيَكُوْنَا	مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٢٩﴾
ہم ڈالیں گے ان دونوں کو	اپنے پیروں تلے	تاکہ وہ ہو جائیں	پست ترین لوگوں میں سے

نوٹ:1 اس دنیا میں انسان اپنے اعمال کے اثرات و نتائج کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتا۔انسان کا ہر عمل،خواہ وہ نیک ہو یا بد،اپنے اندر متعدی اثرات رکھتا ہے۔اپنی اس صفت کے سبب سے بعض حالات میں انسان کی ایک چھوٹی سی نیکی بڑھتے بڑھتے احد پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔اسی طرح ایک رائی کے دانے جیسی برائی آہستہ آہستہ ایک خوفناک جنگل بن جاتی ہے۔اسی حقیقت کی طرف آیت۔27۔میں ارشاد فرمایا کہ ابھی ان نادانوں کو اندازہ نہیں ہے کہ قرآن سے لوگوں کو روک کر اور اس میں گھپلا پیدا کر کے یہ اپنے لیے کیسی بس بھری فصل تیار کر رہے ہیں۔جب اس کا پورا حاصل ان کے سامنے آئے گا تب وہ اس کا بدترین پہلو (اَسْوَاَ) دیکھیں گے اور اس وقت انہیں اندازہ ہوگا کہ اپنی تباہی کا کیا سامان کر کے وہ آئے ہیں۔(تدبر قرآن)۔

آیت نمبر (30 تا 36)

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا	رَبُّنَا	اللّٰہُ	ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا	تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ
بیشک جنہوں نے کہا	ہمارا رب	اللہ ہے	پھر قائم رہے (اس پر)	تو اترتے ہیں ان پر

الۡمَلٰٓئِکَۃُ	اَلَّا تَخَافُوۡا	وَلَا تَحۡزَنُوۡا	وَاَبۡشِرُوۡا	بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ
فرشتے	کہ تم لوگ خوف مت کرو	اور غمگین مت ہو	اور بشارت حاصل کرو	اس جنت کی جس کا

کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾	نَحۡنُ اَوۡلِیٰٓؤُکُمۡ	فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ ۚ
تم سے وعدہ کیا جاتا تھا	ہم ہیں تمہارے کارساز	دنیوی زندگی میں اور آخرت میں (بھی)

وَلَکُمۡ فِیۡہَا	مَا	تَشۡتَہِیۡۤ	اَنۡفُسُکُمۡ	وَلَکُمۡ فِیۡہَا
اور تمہارے لیے ہے اس (جنت) میں	وہ جو	خواہش کریں گے	تمہارے جی	اور تمہارے لیے ہے اس میں

مَا تَدَّعُوۡنَ ﴿ؕ۳۱﴾	نُزُلًا	مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِیۡمٍ ﴿٪۳۲﴾	وَمَنۡ اَحۡسَنُ
وہ جو تم لوگ مانگو گے	ابتدائی مہمان نوازی ہوتے ہوئے	بخشنے والے رحم کرنے والے (کی طرف) سے	اور کون زیادہ اچھا ہے

قَوۡلًا	مِّمَّنۡ	دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ	وَعَمِلَ صَالِحًا	وَّقَالَ اِنَّنِیۡ
بلحاظ بات کرنے کے	اس سے جس نے	دعوت دی اللہ کی طرف	اور عمل کیا نیکی کا	اور کہا کہ میں

مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۳﴾	وَلَا تَسۡتَوِی	الۡحَسَنَۃُ	وَلَا السَّیِّئَۃُ ؕ	اِدۡفَعۡ
فرمانبرداروں میں سے ہوں	اور برابر نہیں ہوتی	بھلائی	اور نہ ہی برائی	تو دفع کر (برائی کو)

بِالَّتِیۡ ہِیَ	اَحۡسَنُ	فَاِذَا	الَّذِیۡ	بَیۡنَکَ	وَبَیۡنَہٗ	عَدَاوَۃٌ
اس سے جو کہ وہی	سب سے اچھی ہو	نتیجتاً تب ہی	وہ (کہ)	تیرے درمیان	اور جس کے درمیان	عداوت ہے

کَاَنَّہٗ	وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ ﴿۳۴﴾	وَمَا یُلَقّٰىہَاۤ	اِلَّا الَّذِیۡنَ	صَبَرُوۡا ۚ
(ایسا ہوگا) جیسے کہ وہ	گرم جوش دوست ہے	اور نہیں دی جاتی یہ (صفت)	مگر ان لوگوں کو جو	ثابت قدم رہے

وَمَا یُلَقّٰىہَاۤ	اِلَّا ذُوۡ حَظٍّ عَظِیۡمٍ ﴿۳۵﴾	وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ	مِنَ الشَّیۡطٰنِ
اور نہیں دی جاتی یہ (صفت)	مگر نصیبے والوں کو	اور اگر اُکسائے ہی تجھ کو	شیطان (کی طرف) سے

نَزۡغٌ	فَاسۡتَعِذۡ	بِاللّٰہِ ؕ	اِنَّہٗ	ہُوَ السَّمِیۡعُ	الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۶﴾
کوئی اکساہٹ	تو پناہ میں آ	اللہ کی	یقیناً وہ	ہی سننے والا ہے	جاننے والا ہے

نوٹ:1
محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے سلسلۂ دروس قرآن ''منتخب نصاب'' میں ان آیات کا درس بھی شامل ہے جس میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ان آیات میں مقام ولایت کا بیان ہے۔ ان کی اس بات سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے مذکورہ آیات کے اس پہلو کی وضاحت، اس کے صغریٰ کبریٰ کے ساتھ، جینے کا سلیقہ کورس کے آخری سبق ''مقام ولایت'' میں کی گئی ہے۔ طلباء اس سبق کو دوبارہ دیکھ لیں۔

نوٹ:2
استقامت کا یہ مفہوم کہ ایمان و توحید پر قائم رہے، اس کو چھوڑے نہیں۔ یہ تفسیر حضرت صدیق اکبرؓ سے منقول ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے استقامت کی تفسیر اخلاص عمل سے فرمائی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام، اوامر اور نواہی پر سیدھے جمے رہو، اس سے اِدھر اُدھر راہِ فرار لومڑیوں کی طرح نہ نکالو۔ حضرت علیؓ نے اس کی تعریف ادائے فرائض سے فرمائی ہے۔ اس لیے علماء نے فرمایا کہ استقامت تو ایک لفظ مختصر ہے مگر تمام شرائع اسلامیہ کو جامع ہے۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ:3
بعض مفسرین نے فرشتوں کے نزول کو موت کے وقت، یا قبر یا میدان حشر کے لیے مخصوص سمجھا ہے۔ (تفہیم القرآن)۔ حضرت ثابت بنانیؒ نے فرمایا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ مومن جس وقت اپنی قبر سے اٹھے گا تو دو فرشتے، جو دنیا میں اسی کے ساتھ رہا کرتے تھے، وہ ملیں گے اور اس کو کہیں گے کہ تم خوف و غم نہ کرو بلکہ جنت کی بشارت سنو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ان کا کلام سن کر مومن کو اطمینان ہو جائے گا۔ (معارف القرآن)۔ آیت زیر مطالعہ میں فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا کے الفاظ سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ (مرتب) ابوحیانؒ نے بحر محیط میں فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں کہ مومنین پر فرشتوں کا نزول ہر روز ہوتا ہے جس کے آثار و برکات ان کے اعمال میں پائے جاتے ہیں۔ البتہ مشاہدہ اور ان کے کلام کا سننا، یہ انہیں مواقع پر ہوگا۔ (یعنی موت کے وقت قبر اور میدان حشر میں) (معارف القرآن)۔

نوٹ:4
آیت۔33 میں مومنین کاملین کا دوسرا حصۂ احوال ہے کہ وہ خود اپنے ایمان و عمل پر قناعت نہیں کرتے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں۔ (معارف القرآن)۔ لیکن کسی خاص مسلک یا فرقہ کی دعوت اس مسلک یا فرقہ کی دعوت ہوگی، وہ دعوت الی اللہ نہیں ہے۔ (ڈاکٹر اسرار احمد)۔ پھر اگلی آیت میں دعوت الی اللہ کی خدمت انجام دینے والوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ لوگوں کی برائی کو بھلے طریقے سے دفع کریں۔ وہ یہ کہ برائی کا بدلہ نہ لینا اور معاف کر دینا تو عملِ حسن ہے اور احسن یہ ہے کہ جس نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا تم اس کو معاف بھی کر دو اور اس کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرو۔ (معارف القران)۔ یہ نسخہ ہے تو بڑا کارگر مگر اسے استعمال کرنا کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے۔ اس کے لیے بڑا عزم، بڑا حوصلہ اور بڑی قوت برداشت درکار ہے۔ وقتی طور پر ایک آدمی کسی بدی کے مقابلے میں نیکی برت سکتا ہے۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ لیکن بدی کا مقابلہ نیکی اور وہ بھی اعلیٰ درجے کی نیکی سے کرتے چلے جانا اور کبھی ایک مرتبہ بھی ضبط کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دینا، کسی معمولی آدمی کے بس کا کام نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (37 تا 40)

ترجمہ

وَمِنۡ اٰيٰتِهِ	الَّيۡلُ وَالنَّهَارُ	وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ ؕ	لَا تَسۡجُدُوۡا
اور اس کی نشانیوں ہی میں سے ہیں	رات اور دن	اور سورج اور چاند	تم لوگ سجدہ مت کرو

لِلشَّمۡسِ	وَلَا لِلۡقَمَرِ	وَاسۡجُدُوۡا	لِلّٰهِ الَّذِيۡ	خَلَقَهُنَّ
سورج کو	اور نہ ہی چاند کو	اور تم لوگ سجدہ کرو	اس اللہ کو جس نے	پیدا کیا ان کو

اِنۡ كُنۡتُمۡ	اِيَّاهُ	تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۳۷﴾	فَاِنِ اسۡتَكۡبَرُوۡا	فَالَّذِيۡنَ عِنۡدَ رَبِّكَ
اگر تم لوگ	اس کی ہی	بندگی کرتے ہو	پھر اگر وہ لوگ بڑائی دکھائیں	تو جو لوگ آپؐ کے رب کے پاس ہیں

يُسَبِّحُوۡنَ لَهٗ	بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ	وَهُمۡ لَا يَسۡـَٔمُوۡنَ ﴿۳۸﴾	وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ
وہ تسبیح کرتے ہیں اس کی	رات اور دن	اس حال میں کہ وہ اکتاتے نہیں ہیں	اور اس کی نشانیوں ہی میں سے ہے

اَنَّكَ تَرَى	الۡاَرۡضَ	خَاشِعَةً	فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا	عَلَيۡهَا الۡمَآءَ
کہ آپؐ دیکھتے ہیں	زمین کو	فروتنی کرنے والی حالت میں (بنجر)	پھر جب ہم اتارتے ہیں	اس پر پانی

اهۡتَزَّتۡ	وَرَبَتۡ	اِنَّ الَّذِيۡۤ	اَحۡيَاهَا	لَمُحۡىِ	الۡمَوۡتٰى
تو وہ لہلہاتی ہے	اور ابھرتی ہے	بیشک وہ جس نے	زندہ کیا اس (زمین) کو	یقیناً زندہ کرنے والا ہے	مردوں کو

اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ	قَدِيۡرٌ ﴿۳۹﴾	اِنَّ الَّذِيۡنَ يُلۡحِدُوۡنَ	فِىۡۤ اٰيٰتِنَا
بیشک وہ ہر چیز پر	ہر حال میں قدرت رکھنے والا ہے	بیشک جو لوگ کجروی اختیار کرتے ہیں	ہماری آیتوں میں

لَا يَخۡفَوۡنَ عَلَيۡنَا	اَفَمَنۡ	يُّلۡقٰى	فِى النَّارِ	خَيۡرٌ	اَمۡ مَّنۡ	يَّاۡتِىۡۤ
وہ پوشیدہ نہیں ہوتے ہم سے	تو کیا وہ جو	ڈالا گیا	آگ میں	بہتر ہے	یا وہ جو	آئے گا

اٰمِنًا	يَّوۡمَ الۡقِيٰمَةِ	اِعۡمَلُوۡا	مَا شِئۡتُمۡ	اِنَّهٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ	بَصِيۡرٌ ﴿۴۰﴾
امن میں ہونے والا ہوتے ہوئے	قیامت کے دن	تم لوگ عمل کرو	جو تم چاہو	بیشک وہ اس کو جو تم لوگ کرتے ہو	دیکھنے والا ہے

نوٹ:1

سورۂ کے شروع میں آیات 9 تا 12 میں آسمان وزمین کی پیدائش سے توحید و معاد پر جو استدلال کیا ہے، زیر مطالعہ آیت۔37۔ اسی سے متعلق ہے۔ درمیان میں جو مطالب تنبیہ و تذکیر یا تسکین و تسلی کی نوعیت کے آ گئے ہیں وہ اسی مدّعا کے تحت ہیں، اس لیے ان کے سبب سے کوئی بُعد پیدا نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ اسی پر عطف کرتے ہوئے فرمایا جو خدا آسمان وزمین کا خالق ہے، اسی خدا کی نشانیوں میں سے یہ رات اور دن، سورج اور چاند بھی ہیں۔ (تدبر قرآن)۔ سورج اور چاند سے پہلے رات اور دن کا ذکر اس امر پر متنبہ کرنے کے لیے کیا گیا ہے کہ رات کو سورج کا چھپنا اور چاند کا نکل آنا اور دن کو چاند کا چھپنا اور سورج کا نکل آنا صاف طور پر یہ دلالت کر رہا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی خدا یا خدا کا مظہر نہیں ہیں بلکہ دونوں ہی مجبور و لاچار بندے ہیں جو خدا کے قانون میں بندھے ہوئے گردش کر رہے ہیں۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (41تا46)

ترجمہ

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا	بِالذِّکۡرِ	لَمَّا جَآءَهُمۡ ۚ	وَاِنَّهٗ
بیشک جنہوں نے انکار کیا	اس نصیحت (قرآن) کا	جب وہ آئی ان کے پاس	حالانکہ بیشک وہ

لَکِتٰبٌ عَزِیۡزٌ ﴿۴۱﴾	لَّا یَاۡتِیۡهِ	الۡبَاطِلُ	مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ	وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ؕ
یقیناً ایک ایسی بالادست کتاب ہے	نہیں پہنچے گا جس کے پاس	باطل	اس کے سامنے سے	اور نہ ہی اس کے پیچھے سے

تَنۡزِیۡلٌ	مِّنۡ حَکِیۡمٍ حَمِیۡدٍ ﴿۴۲﴾	مَا یُقَالُ لَکَ	اِلَّا مَا	قَدۡ قِیۡلَ
(یہ) اتاری ہوئی ہے	ایک حکمت والے حمد کیے ہوئے (کی طرف) سے	نہیں کہا جاتا آپؐ سے	سوائے اس کے جو	کہا گیا ہے

لِلرُّسُلِ	مِنۡ قَبۡلِکَ ؕ	اِنَّ رَبَّکَ	لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ	وَّ ذُوۡ عِقَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۴۳﴾
رسولوں سے	آپؐ سے پہلے	بیشک آپؐ کا رب	یقیناً مغفرت کرنے والا ہے	اور دردناک سزا دینے والا ہے

وَلَوۡ جَعَلۡنٰهُ	قُرۡاٰنًا اَعۡجَمِیًّا	لَّقَالُوۡا	لَوۡلَا فُصِّلَتۡ	اٰیٰتُهٗ ؕ
اور اگر ہم کر دیتے اس کو	غیر عربی (زبان والا) قرآن	تو یہ ضرور کہتے	کیوں نہیں کھول کھول کر بیان کی گئیں	اس کی آیات

ءَاَعۡجَمِیٌّ	وَّعَرَبِیٌّ ؕ	قُلۡ	هُوَ	لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا
کیا (کتاب) غیر عربی ہو	اور (مخاطب) عربی ہوں	آپؐ کہہ دیجیے	یہ	ان کے لیے جو ایمان لائے

هُدًی وَّ شِفَآءٌ ؕ	وَالَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ	فِیۡۤ اٰذَانِهِمۡ	وَقۡرٌ
ہدایت ہے اور شفا ہے	اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے	ان کے کانوں میں	ایک گرانی ہے

وَّهُوَ	عَلَیۡهِمۡ عَمًی ؕ	اُولٰٓئِکَ یُنَادَوۡنَ	مِنۡ مَّکَانٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿۴۴﴾ ع
اور یہ	ان پر ایک اندھا پن ہے	ان لوگوں کو پکارا جائے گا	ایک دور کی جگہ سے

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی	الۡکِتٰبَ	فَاخۡتُلِفَ فِیۡهِ ؕ	وَلَوۡلَا	کَلِمَةٌ
اور بیشک ہم دے چکے موسیٰؑ کو	وہ کتاب (تورات)	پھر اختلاف کیا گیا اس میں	اور اگر نہ ہوتا	ایک ایسا فرمان جو

سَبَقَتۡ	مِنۡ رَّبِّکَ	لَقُضِیَ	بَیۡنَهُمۡ ؕ	وَاِنَّهُمۡ
طے ہوا	آپؐ کے رب (کی طرف) سے	تو ضرور فیصلہ کر دیا جاتا	ان کے درمیان	اور بیشک وہ لوگ

لَفِیۡ شَکٍّ	مِّنۡهُ	مُرِیۡبٍ ﴿۴۵﴾	مَنۡ عَمِلَ	صَالِحًا	فَلِنَفۡسِهٖ
یقیناً ایک ایسے شک میں ہیں	اس سے	جو الجھن میں ڈالنے والا ہے	جس نے عمل کیا	نیکی کا	تو (وہ) اس کے اپنے آپ کے لیے ہے

وَمَنۡ اَسَآءَ	فَعَلَيۡهَا ؕ	وَمَا رَبُّكَ	بِظَلَّامٍ	لِّلۡعَبِيۡدِ ۝٤٦
اور جس نے برائی کی	تو (وہ) اس (کی جان) پر ہے	اور نہیں ہے آپ کا رب	کبھی بھی ظلم کرنے والا	بندوں پر

نوٹ: 1

قرآن میں تحریف کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اوّل یہ کہ کوئی اہل باطل کھلے طور پر قرآن میں کوئی کمی وبیشی کرنا چاہے اس کو مِنۡ بَيۡنِ يَدَيۡهِ سے تعبیر فرمایا۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص بظاہر دعویٰ ایمان کا کرے مگر چھپ کر تاویلات باطلہ کے ذریعہ قرآن کے معنیٰ میں تحریف کرے۔ اس کو مِنۡ خَلۡفِهٖ کے لفظ سے تعبیر فرمایا۔ الفاظ میں تحریف کی راہ نہ ہونا تو ہر شخص سمجھتا ہے۔ چودہ سو سال سے یہ لاکھوں انسانوں کے سینے میں محفوظ ہے۔ ایک زیر زبر کی غلطی کسی سے ہو جائے تو لاکھوں مسلمان اس کی غلطی پکڑنے والے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ مِنۡ خَلۡفِهٖ کے الفاظ سے اس طرف اشارہ کر دیا کہ قرآن کی حفاظت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ وہ صرف الفاظ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اس کے معانی کی حفاظت کا بھی اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہے۔ اس نے اپنے رسول ﷺ اور ان کے صحابۂ کرامؓ کے ذریعے معانی قرآن اور احکام قرآن کو بھی ایسا محفوظ کر دیا کہ کوئی بے دین اس میں تاویلات باطلہ کے ذریعہ تحریف کا ارادہ کرے تو ہر جگہ ہر زمانے میں ہزاروں علماء اس کی تردید کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (معارف القرآن)۔

نوٹ: 2

يُنَادَوۡنَ مِنۡ مَّكَانٍۢ بَعِيۡدٍ یہ ایک تمثیل ہے۔ جو آدمی کلام کو سمجھتا ہو، اس کو عرب لوگ کہتے ہیں تم قریب سے سن رہے ہو۔ اور جو کلام کو نہ سمجھے اس کو کہتے ہیں تمہیں دور سے آواز دی جا رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ چونکہ قرآنی ہدایات کو سمجھنے کا ارادہ نہیں رکھتے ان کو ہدایت کی تعلیم دینا ایسا ہے جیسے کسی کو بہت دور سے پکارا جائے۔ (معارف القرآن) یعنی اس کے کان تک آواز تو پہنچے لیکن اس کی سمجھ میں نہ آئے کہ کیا کہا جا رہا ہے۔ (تفہیم القرآن)۔

آیت نمبر (47 تا 54)

ک م م

(ن) كَمًّا پوشیدہ کرنا۔ ڈھانکنا۔

كِمٌّ ج اَكْمَامٌ۔ پھل کے خوشوں کا غلاف۔ زیر مطالعہ آیت۔47۔

ء ف ق

(ض) اَفْقًا کناروں میں جانا۔ انتہا تک پہنچنا۔

اُفُقٌ ج اٰفَاقٌ۔ کنارہ۔ آسمان کا کنارہ جو زمین سے ملا ہوا نظر آتا ہے۔ ﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝﴾ (53/النجم:7) ''اور وہ بلند ترین کنارے پر تھے''۔ اور زیر مطالعہ آیت۔53۔

ترجمہ

اِلَيْهِ	يُرَدُّ	عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ	وَمَا تَخْرُجُ	مِنْ ثَمَرٰتٍ
اس کی طرف ہی	پھیرا (Refer کیا) جاتا ہے	اُس گھڑی (قیامت) کا علم	اور نہیں نکلتا	کوئی بھی پھل

مِّنْ اَكْمَامِهَا	وَمَا تَحْمِلُ	مِنْ اُنْثٰى	وَلَا تَضَعُ	اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ	وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ
اپنے غلافوں میں سے	اور نہیں اٹھاتی (حمل)	کوئی بھی مونث	اور نہ وہ جنتی ہے	مگر اس کے علم سے	اور جس دن وہ پکارے گا ان کو

اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ	قَالُوْٓا	اٰذَنّٰكَ ۙ	مَا مِنَّا	مِنْ شَهِيْدٍ ۝
کہاں ہیں میرے شریک	تو وہ لوگ کہیں گے	ہم نے آگاہ کر دیا تجھ کو	نہیں ہے ہم میں سے	کوئی بھی گواہ (اقرار کرنے والا)

وَضَلَّ عَنْهُمْ	مَّا	كَانُوْا يَدْعُوْنَ	مِنْ قَبْلُ	وَظَنُّوْا	مَا لَهُمْ
اور بھٹک گیا ان سے	وہ جس کو	وہ لوگ پکارا کرتے تھے	اس سے پہلے	اور انہوں نے رائے قائم کی	(کہ) نہیں ہے ان کے لیے

مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝	لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ	مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ	وَاِنْ مَّسَّهُ	الشَّرُّ
کوئی بھی بچنے کی جگہ	نہیں اکتاتا انسان	بھلائی کی دعا (کرنے) سے	اور اگر چھو جائے اس کو	برائی

فَيَـُٔوْسٌ	قَنُوْطٌ ۝	وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ	رَحْمَةً	مِّنَّا	مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ
تو (وہ) انتہائی مایوس	انتہائی ناامید ہے	اور اگر ہم چکھا دیں اس کو	کوئی رحمت	اپنے پاس) سے	اس برائی کے بعد جس نے

مَسَّتْهُ	لَيَقُوْلَنَّ	هٰذَا لِيْ ۙ	وَمَآ اَظُنُّ	السَّاعَةَ	قَآئِمَةً ۙ	وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ
چھوا اس کو	تو وہ لازماً کہے گا	یہ میری (کاریگری) ہے	اور میں نہیں خیال کرتا	اس گھڑی کو	قائم ہونے والی	اور اگر مجھ کو لوٹایا گیا

اِلٰى رَبِّيْٓ	اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ	لَلْحُسْنٰى ۚ	فَلَنُنَبِّئَنَّ
میرے رب کی طرف	تو بیشک میرے لیے اس کے پاس	ضرور (اور) زیادہ خوبی ہوگی	تو ہم لازماً جتا دیں گے

الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا	بِمَا عَمِلُوۡا	وَلَنُذِيۡقَنَّهُمۡ	مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ﴿۵۰﴾
ان کو جنہوں نے کفر کیا	وہ جوانہوں نے عمل کیا	اور ہم لازماً چکھائیں گے ان کو	ایک گاڑھے عذاب میں سے

وَاِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا	عَلَى الۡاِنۡسَانِ	اَعۡرَضَ	وَنَا	بِجَانِبِهٖ ۚ
اور جب ہم انعام کرتے ہیں	انسان پر	تو وہ بے رخی برتتا ہے	اور موڑ لیتا ہے	اپنے پہلو کو

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ	فَذُوۡ دُعَآءٍ عَرِيۡضٍ ﴿۵۱﴾	قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ	اِنۡ كَانَ
اور جب کبھی چھوتی ہے اس کو برائی	تو (وہ لمبی) چوڑی دعا والا ہے	آپؐ کہیے کیا تم لوگوں نے غور کیا	اگر وہ (قرآن) ہو

مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ	ثُمَّ كَفَرۡتُمۡ بِهٖ	مَنۡ اَضَلُّ	مِمَّنۡ هُوَ	فِىۡ شِقَاقٍۭ بَعِيۡدٍ ﴿۵۲﴾
اللہ کے پاس سے	پھر تم نے انکار کیا اس کا	تو کون زیادہ گمراہ ہے	اس سے جو کہ وہی	دور والی گمراہی میں ہے

سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا	فِى الۡاٰفَاقِ	وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ	حَتّٰى يَتَبَيَّنَ	لَهُمۡ اَنَّهُ
ہم دکھائیں گے ان کو اپنی نشانیاں	اطراف (عالم) میں	اور ان کے اپنے (اندر) میں	یہاں تک کہ واضح ہو جائے	ان کے لیے کہ وہ (قرآن)

الۡحَـقُّ ؕ	اَوَلَمۡ يَكۡفِ بِرَبِّكَ	اَنَّهٗ	عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ	شَهِيۡدٌ ﴿۵۳﴾	اَلَاۤ اِنَّهُمۡ
ہی کل حق ہے	اور کیا کافی نہیں ہوا آپؐ کا رب	(اس پر) کہ وہ	ہر چیز پر	موقعہ پر موجود ہے	سن لو! بیشک یہ لوگ

فِىۡ مِرۡيَةٍ	مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ ؕ	اَلَاۤ اِنَّهٗ	بِكُلِّ شَىۡءٍ	مُّحِيۡطٌ ﴿۵۴﴾ ع
ایک شبہ میں ہیں	اپنے رب کی ملاقات سے	خبردار! یقیناً وہ	ہر چیز کا	احاطہ کرنے والا ہے

نوٹ:1

قیامت کا علم اللہ کی طرف پھیر دینے (یُرَدُّ) کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی پوچھتا ہے کہ قیامت کب آئے گی تو ہر ایک یہی کہتا ہے کہ اللہ جانے کب آئے گی۔ یعنی قیامت کے وقوع کی جب بھی بات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا ہی حوالہ دیا جاتا ہے۔ (حافظ احمد یار صاحب)

نوٹ:2

آیت۔53۔ کے دو مفہوم ہیں اور دونوں ہی اکابر مفسرین نے بیان کیے ہیں۔ ایک مفہوم یہ ہے کہ یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اس قرآن کی دعوت تمام گردوپیش کے ممالک پر چھا گئی ہے اور یہ خود اس کے آگے سرنگوں ہیں۔ اُس وقت ان کو پتہ چل جائے گا کہ جو کچھ آج ان سے کہا جا رہا ہے وہ سراسر حق تھا۔ بعض لوگوں نے اس مفہوم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ محض کسی دعوت کا غالب آجانا اور بڑے بڑے علاقے فتح کر لینا تو اس کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ باطل دعوتیں بھی چھا جاتی ہیں اور ان کے پیرو بھی ملک پر ملک فتح کرتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن یہ ایک سطحی اعتراض ہے۔ نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کے دور میں جو فتوحات اسلام کو نصیب ہوئیں وہ اس معنی میں اللہ کی نشانیاں تھیں کہ یہ فتح ممالک دنیا کی دوسری فتوحات کی طرح نہیں تھیں جو ایک قوم کو دوسروں کی جان و مال کی مالک بنا دیتی ہیں اور خدا کی زمین ظلم سے بھر جاتی ہے۔ اس کے برعکس یہ فتح اپنے جلو میں ایک عظیم الشان تہذیبی اور تمدنی انقلاب لے کر آئی تھی جس کے اثرات جہاں جہاں بھی پہنچے انسان کے بہترین جوہر کھلتے چلے گئے۔ دنیا جن فضائل کو صرف تارک الدنیا درویشوں اور گوشے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے والوں کے اندر ہی دیکھنے کی امید رکھتی تھی اور کبھی یہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ دنیا کا کاروبار چلانے والوں میں بھی وہ پائے جا سکتے ہیں، اس انقلاب نے ان ہی فضائل سے معاشرے میں عام انسانوں کو اخلاق اور کردار کے اعتبار سے اتنا اونچا اٹھایا کہ دوسرے معاشروں کے چیدہ لوگ بھی ان کی سطح سے فروتر نظر

آنے لگے۔ یہ تھیں وہ نشانیاں جو اسی نسل نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں جسے مخاطب کر کے نبی ﷺ نے پہلی مرتبہ یہ آیت سنائی تھی اور اس کے بعد سے آج تک اللہ تعالیٰ ان نشانیوں کو برابر دکھائے جا رہا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے زوال کے دور میں بھی اخلاق کی جس بلندی کا مظاہرہ کیا ہے اس کی گرد کو بھی وہ لوگ کبھی نہیں پہنچ سکے جو تہذیب و شائستگی کے علمبردار بنے پھرتے ہیں۔ یہ قرآن ہی کی برکت ہے جس نے مسلمانوں میں اتنی انسانیت پیدا کر دی ہے کہ وہ کبھی غلبہ پا کر اتنے ظالم نہ بن سکے جتنے غیر مسلم تاریخ کے ہر دور میں پائے گئے ہیں۔ اسپین میں جب مسلمان صدیوں حکمراں رہے اس وقت عیسائیوں کے ساتھ ان کا کیا سلوک تھا اور جب عیسائی وہاں غالب آئے تو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ہندوستان میں آٹھ سو برس کے زمانہ حکومت میں مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا اور اب ہندو غالب آنے کے بعد ان کے ساتھ کیا برتاؤ کر رہے ہیں۔ یہودیوں کے ساتھ پچھلے تیرہ سو برس میں مسلمانوں کا رویہ کیا رہا اور اب فلسطین میں مسلمانوں کے ساتھ ان کا کیا رویہ ہے۔

دوسرا مفہوم اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آفاقِ ارض و سماء میں بھی اور انسانوں کے اپنے وجود میں بھی لوگوں کو وہ نشانیاں دکھائے گا جن سے ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن ہی برحق ہے۔ ان چیزوں میں خدا کی نشانیاں اس قدر بے شمار ہیں کہ انسان کبھی ان کا احاطہ نہیں کر سکا ہے۔ ہر دور میں انسان کے سامنے نئی نئی نشانیاں آتی چلی گئی ہیں اور قیامت تک آتی چلی جائیں گی۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)

ایک نومسلم ڈاکٹر ماریس بکوائے نے ”بائبل، قرآن اور سائنس“ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ جدید سائنسی معلومات نے بائبل کی بہت سی باتوں کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ لیکن آفاق اور انفس کے متعلق قرآن کی باتوں کی یہی سائنسی معلومات یکے بعد دیگرے تصدیق کرتی چلی جا رہی ہیں۔ اسی حقیقت نے ڈاکٹر صاحب کو یقین دلایا کہ قرآن حق ہے اور اللہ کا کلام ہے، اور وہ ایمان لے آئے۔ (مرتب)

مورخہ ۲۱/ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ   بمطابق ۲۲ ستمبر ۲۰۰۸ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الشوریٰ (42)

آیت نمبر (1 تا 7)

حٰمٓ ۚ﴿۱﴾	عٓسٓقٓ ﴿۲﴾	كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ	اِلَيْكَ	وَاِلَى الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِكَ
-	-	اس طرح وحی کرتا ہے	آپ ﷺ کی طرف	اور ان کی طرف جو	آپ ﷺ سے پہلے تھے

اللّٰهُ	الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾	لَهٗ	مَا فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
اللہ	جو بالا دست ہے حکمت والا ہے	اس کا ہی ہے	وہ جو آسمانوں میں ہے	اور وہ جو زمین میں ہے

وَهُوَ الْعَلِيُّ	الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾	تَكَادُ السَّمٰوٰتُ	يَتَفَطَّرْنَ
اور وہ بالاتر ہے	عظمت والا ہے	قریب ہیں آسمان کہ	وہ پھٹ پڑیں